SECRETS OF SOULS
روحوں سے ملاقات
عثمان پبلی کیشنز

ارواح سے بات چیت وملاقات کرنے اور روشن ضمیر ہونے اور استفادہ حاصل کرنے کا مخفی راز جس کو ماسٹر انبا پرشاد ایف ٹی ایس (صوفی) مصنف زندہ کرامات۔ تریاق۔ تیر بہدف۔ یوگ فلاسفی۔ مشق کنندگان۔ راج یوگ کے لئے چند پند ونصائح۔ انجیل کی اجتماع فقدین۔ زن مرید وسابق ہیڈ اڈیٹر جامع العلوم مراد آباد وسب اڈیٹر پیسہ اخبار لاہور وغیرہ وغیرہ نے دہران پون۔ ملحدوں۔ منکروں۔ مشرکوں کی تسکین اور دوزخ کی آگ سے بچانے کے لیے افشا کیا۔

ماسٹر انبا پرشاد ایف ٹی ایس (صوفی)

ہر قسم کی بکس کے لیے یا وی پی منگوانے کے لیے اس پتہ پر رابطہ کریں

ناشر عثمان پبلی کیشنز
جلال دین ہسپتال اردو بازار لاہور
فون: 042-7640094
موبائل: 0333-4275783

فہرست مضامین

دیباچہ

میں درحقیقت کوئی عالم وفاضل شخص نہیں ہوں جو اپنی علمیت وکھانے یا ناموری پید اکرنے کی غرض سے کتابیں لکھ رہا ہوں۔ میرے نزدیک دنیا کی ناموری اور برسات کی دھوپ میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ میری غرض ان علوم کے افشا کرنے اور اپنا وقت اور محنت صرف کرنے سے یہ ہے کہ دنیا میں الحاد کی روزبروز ترقی پذیر بلا کو اپنی بے وقعت کوشش سے روکوں اور اپنے انسانی فرض سے ادا ہونے کی تدبیر کروں۔

دنیا سراسر مصیبت اور تکلیف کا گھر ہے لیکن میرے نزدیک یہاں کی تکلیف سے بھی بڑھ کر ایک مصیبت کا وقت ہر شخص کو درپیش آنے والا ہے اور اس مصیبت کے وقت کا انتظام دنیا میں ہی ہو سکتا ہے۔ دنیا کی بڑی مصیبتیں مفلسی، مرض اور اولاد یا بزرگوں کا موجود نہ ہونا ہے۔

اول مصیبت لاعلاج ہے بلکہ یوں کہو کہ اس کے علاج کا نام ہی ترقی ہے جس قدر انسان غریب ہوتا ہے اس قدر ہی اس کی ضرورتیں کم ہوتی ہیں اور جس قدر مالدار ہوتا ہے اس ہی قدر اس کی احتیاج زیادہ ہوتی جاتی ہے پس اگر اس بلا کا کوئی علاج ہے تو یہ ہے کہ اس کے علاج کی فکر نہ کر اور معمولی طور سے کام کیے جائے خدا صابر کا نگہبان اور معاون ہے۔

دوسری مصیبت اپنے ہی افعال اور بدپرہیزیوں کا نتیجہ ہوتا ہے تاہم انسان اس کا دفعیہ کرنے کی کوشش کرے تو بیجا نہیں ہے پس میں نے بھی جو ایک معمولی آدمی ہوں حصہ رسدی دنیا کو امراض سے نجات دلانے کے لیے اپنا رسالہ زندہ کرامات لکھ دیا ہے جو لوگ

عاقبت کے قابل ہیں اور خدا سے محبت کرتے ہیں ان کو ضرور مصیبت زدہ بنی انسان سے انس ہونا چاہیے اور ان کو عوام کی مصیبت دور کرنے کی فکر کر کے اپنا فرض ادا کرنا لازم ہے اگر میں کسی سے یہ کہوں کہ خیرات وغیرہ کر کے غریب عوام کی امداد کرو تو اکثر ناداری کا حیلہ کر سکتی ہیں لیکن مسمرزم سیکھ کر علاج کرنیمیں ایک حبہ بھی صرف نہیں ہوتا پس ہر بجی خواہ خلق کو چاہیے کہ ہمیشہ خلق میں مفید بن کر زندگی بسر کرے۔

تیسری مصیبت بالکل خیالی ہے اگر کسی شخص کے اولاد نہیں ہے تو خدا پر اس کا کوئی دعویٰ نہیں ہے اگر ہو کر مر جاتی ہے تو یہ اس کے اعمالوں کا نتیجہ ہے اگر اس کے سر پر بزرگ نہیں ہیں تو بھی مجبوری سے لڑنا حماقت ہے لیکن ان دلائل سے انسانی دل کی تسکین نہیں ہوتی۔ اس خیالی تکلیف کے دور کرنے کے لیے انسانوں کے ایک فریق نے یہ ترکیب نکالی ہے کہ انسان کوئی روحانی شے نہیں ہے صرف عناصر کا مجموعہ ہے جو ایک وقت منتشر ہو جائے گا پس کسی کے مرنے یا جینے کا رنج وافسوس کرنا فضول ہے۔ یہ بات دلائل کی ہی حد تک کارآمد معلوم ہوتی ہے اور جو لوگ زندگی بعد وفات کے قائل ہیں کوئی بدیہی ثبوت نہ جاننے کے سبب چپ ہو جاتے ہیں مگر جب دل پر ہاتھ رکھ کر خود دلیل ہی کرنے والے صاحب غور کرتے ہیں تو ان کو بھی اپنی بکواس پر کامل یقین نہیں ہوتا پس ان کی ترکیب رنج والم دور کرنے کی ناموثر ہو جاتی ہیں اور وہ لوگ جن کو کسی عزیز کی ہیشگی کے لیے علیحدہ ہونے کا رنج وصدمہ ہوتا ہے تسکین نہیں پاتے۔

میں خود ایک عرصہ تک خدا، روح، زندگی بعد وفات وغیرہ کا کٹر منکر رہ چکا ہوں لیکن میں ایمانداری سے کہتا ہوں اور مجھے اپنی غلطی قبول کرنے میں ذرا بھی شرم نہیں کہ میری دلیلوں کو میرا ہی دل کبھی قبول نہ کیا کرتا تھا۔ میں نے یورپ اور ایشیا کے مشہور دہریوں، زمانیوں کی تصانیف دیکھی مگر کچھ تسکین نہ ہوئی۔ الغرض کچھ عرصہ تک مایوسی اور حیرت کا زمانہ مجھ پر گزرا۔ اتفاقیہ مجھ کو ایسے لوگوں سے واسطہ پڑا جنہوں نے میرے برسوں کے پکائے ہوئے خیال کو ایک دم میں اپنی مضبوط دلیلوں اور بدیہی ثبوتوں سے رلوند ڈالا گویا میری انکھوں کے سامنے ایک نیا پردہ کھل گیا اور میں ازسرِنو تحقیقات کرنے لگا۔ میری عاجز

ملاقاتوں کا نتیجہ میری ناچیز تصانیف ہیں اور آئندہ اگر حیات باقی ہے تو جو کچھ کہوں گا وہ اپنے ذاتی تجربہ سے کہوں گا۔ میرا اصلی منشا اس مہلک علم کے افشا سے یہ نہیں ہے کہ لوگ جادوگر ہو جائیں بلکہ یہ غرض ہے کہ خود کتاب کو پڑھ ہی نہ لیں بلکہ تجربہ کریں کیونکہ یہ علم ایسا نہیں ہے کہ جس کو ایک تن واحد کی زندگی بھر کی کوششوں کو تکمیل تک پہنچائے۔

یہ ممکن ہے کہ جو کچھ میرے ذاتی تجربہ میں آیا ہے۔ صدہا ناظرین کو اس سے بھی عجیب وغریب تجربات ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعض کو کچھ بھی ثبوت نہ ملے لیکن اس حالت میں اس علم یا میری ناچیز کوشش پر الزام نہیں آ سکتا کیونکہ سب لوگ جانتے ہیں کہ سنکھیا زہر ہے اور ہلاک کر دیتا ہے لیکن سب کو ہلاک نہیں کر سکتا۔ اسی طرح کوئی سفید دوا بھی سب کو ہی مفید نہیں ہو سکتی۔ میری کتاب کے پڑھنے والوں میں سے 75 فیصدی سے زیادہ کامیاب ہوں گے اور میرے کلام کی تصدیق کریں لیکن یہ اس وقت ممکن ہے کہ وہ بموجب ہدایات عمل کریں اور استقلال رکھیں۔ صرف کتاب کو اول سے آخر تک پڑھ جانا کچھ کام نہ دے گا کیونکہ یہ وہ علم جس میں زبان ہلانا ہی نہیں بلکہ کچھ کرنا بھی ہوتا ہے۔

پس جو لوگ اس علم میں کامیابی حاصل کریں گے ان کو تیسری مصیبت بالکل تکلیف نہ دے سکے گی۔ وہ جان لیں گے کہ موت صرف ایک تبدیلی کا نام ہے روح مرتی نہیں کیونکہ ان کے عزیز اور ان کے بزرگ ان سے باتیں کریں گے۔ اپنے حالات جتائیں گے اور اکثر اوقات مجسم نظر آئیں گے۔ جس طرح اگر کسی کا کوئی عزیز سفر کو چلا جائے تو وہ مایوس نہیں ہوتا کیونکہ اس کی واپسی کی امید رہتی ہے اسی طرح علم روحانی کے واقف کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کا پیارا نابود نہیں ہوا ہے بلکہ ایسے مقام پر ہے جو یہاں سے اچھا ہے اور یہ کہ اس سے ملنا ممکن ہے پس اس کو موت کی خوفناک صورت بالکل خوف نہیں دلا سکتی بلکہ وہ نہایت کوشش اور خیال سے دوسری دنیا کے لیے سامان بہم پہنچانے کی فکر میں ہو جاتا ہے جو کل قدیم اور روحانی مذاہب کی تعلیم کا منشا ہے اگر میں دنیا میں چند اشخاص کے دل کو بھی تسکین دلا سکا تو میں خیال کروں گا کہ مجھے میری محنت وجانفشانی کا پورا صلہ مل چکا۔

اپنے شاگردوں سے درخواست

اب آخر میں مَیں اپنے شاگردوں سے جن کی تعداد اب صدہای گزر کر ہزارہا پر پہنچتی جاتی ہے۔ یہ درخواست کرتا ہوں کہ میں تنہا شخص سب سے خط وکتابت کا سلسلہ نہیں رکھ سکتا لیکن مجھ کو تمہاری جدائی یا آزردہ خاطری بھی ایک لحہ منظور نہیں لیکن میں مجبور ہوں کیونکہ یہ انسانی طاقت سے باہر ہے کہ روزمرہ صدہا طویل خطوط کا جواب لکھوں اور پھر آپ کے لیے کتابیں بھی تصنیف کرتا رہوں۔ اس کی ترکیب آپ بتائیں کہ کس طرح آپ سب کو پورے پورے تسکین بخش جواب بھی ملتے رہیں اور مجھے بھی فرصت رہے۔

میرے نزدیک یہ ترکیب مناسب ہے کہ ایک ہفتہ وار اخبار نکالا جائے جس کا نام ''جامع العلوم'' یا جو آپ پسند کرتے ہوں اور اس میں روحانی اخلاقی مضامین کے علاوہ آپ لوگوں کے خطوط وتجربات کا انتخاب مختصر اور جامع جواب ہوں اگر جواب اس درجہ بڑھ جائے کہ خط وکتابت کے کالم میں نہ آئے تو وہ اڈیٹوریل کالموں میں درج کر دیا جائے۔ اس طرح ہر شخص اپنا اپنا جواب پا سکتا ہے کیونکہ اکثر پچاس پچاس خطوط میں قریب قریب یکساں باتیں دریافت کی جاتی ہیں اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی نے ایک بات آج دریافت کی اور کسی نے دو ماہ بعد۔ پس اس طرح مجھے پچاس خط ایک ہی مضمون کے لکھنے پڑھتے ہیں یا وہی بات جو دو ماہ قبل لکھ چکا تھا لکھنی ہوتی ہے لیکن اخبار میں یہ وقت رفع ہو جائے گی کیونکہ میں یکساں سوالوں کا ایک ایسا جواب لکھ سکتا ہوں جو سب پر حاوی ہو اور دوبارہ یا مدت بعد دریافت کرنے والے کو پچھلا پرچہ بھیج دیا جا سکتا ہے یا حوالہ دینا کافی ہے۔ اس طرح میں ایک سال میں کئی کتابیں تیار کر دوں گا کیونکہ مجھے زندگی کا بھروسہ نہیں ہے اور پھر میرے بعد یہ کام ناتمام رہ جائے گا۔ اخبار 16 صفحہ کلان کا ہوگا اور قیمت صرف تین روپیہ سالانہ ہوں گے لیکن قیمت پیشگی آنی چاہیے کیونکہ دوسری حالت میں خط وکتابت پھر بڑھ جائے گی۔ یہ پرچہ جولائی 94ء سے جاری کرنے کا ارادہ ہے۔ وہ دیکھوں کون ہمت کر سکتا ہے۔

آپ کا خدمت گزار

انبار پرشاد ایف۔ ٹی۔ ایس (صوفی)

باب 1

تمہید

ہم آج ایسے عمیق مضمون کی طرف اپنی توجہ کی باگ اٹھاتے ہیں جس کے متعلق کچھ نہ کچھ سنا ہر شخص نے ہوگا مگر واقفیت فی ہزار شاید ایک ہی دو کو ہو۔ یہ وہ بات ہے جس کی طرف ہر مذہب اور فرقہ کے علما کا خیال صدہا سال سے ہوتا چلا آیا ہے مگر بالآخر زبانی جمع وخرچ پر ہی خاتمہ ہو کر رہ گیا ہے۔ مطلب تک بہت ہی کم پہنچے اور جو پہنچ گئے وہ چپ ہو گئے۔ انہوں نے کسی سے یہ راز کہنا پسند نہیں کیا۔

وہ مضمون جس کی بابت آج ہم لکھنا چاہتے ہیں یہ ہے کہ انسان صرف چار عناصر کا مجموعہ ہی نہیں ہے بلکہ اس میں کچھ اور بھی ہے جو زندگی کے علاوہ بعد مرگ بھی قائم رہتا ہے۔ یہ کچھ اور بعد مرگ قائم ہی نہیں رہتا بلکہ اس کو دنیاوی خیالات اور جذبات کا حافظہ بھی باقی رہتا ہے اور یہ کہ اس کا دنیا کے لوگوں سے تعلق رہتا ہے اور یہ نظر بھی آ سکتا ہے اور جن سے اس کو واسطہ ہوتا ہے یا پیدا کر لیتا ہے ان کو نفع اور نقصان بھی پہنچا سکتا ہے۔

اہلِ اسلام اس کو امرِ رب یا روح بھی کہتے ہیں۔ اہل ہنود آتما کہتے ہیں اور علی ہذا القیاس عیسوی وموسوی لوگ بھی اسے مانتے ہیں۔ ایک ایسا فرقہ بھی ہے جو اس کے وجود کا قائل نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک یہ ثابت کرنا کہ روح کوئی شے ہے یا نہیں فضول ہے کیونکہ لفظی بحث نہ آج تک ختم ہوئی اور نہ ہو۔ اس لیے ہم اپنے ناظرین کو وہ طریقہ بتاتے ہیں جس کے ذریعہ وہ عملی ثبوت پا سکیں یعنی اپنے عزیز اور اقارب کی یا بزرگوں

وغیرہ کی ارواح کو بلا سکیں اور ان سے فائدہ حاصل کر سکیں اور عجیب وغریب باتیں اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں اور کانوں سے سن سکیں۔

مذکورہ بالا خیال ظاہر کرتے ہیں ہم کو چار مختلف مذاہب سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ اول اہل ہنود ہی مخالفت کریں گے کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ انسان مرتے ہی دوسرا جنم لے لیتا ہے اور جسم قبول کر لیتا ہے پس روح کا عالم ارواح میں موجود رہنا اور کسی کی بلانے سے آنا اور بات چیت کرنا غیر ممکن ہے۔ اگر ایسا ہو تو ان کے مذہب کی بنیاد یعنی مسئلہ تناسخ بالکل رد ہو جائے لیکن ہم زور سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ موجودہ اہل ہنود کی غلط فہمی ہے بلکہ ہمارے مذکورہ بالا قول سے ان کی قدیم اور اصلی مذہب کی بڑی تائید ہوتی ہے۔ نئی قسم کے ہندو جو اپنے آپ کو آریہ کہتے ہیں۔ ان کو یہ مغالطہ اس لیے لگ گیا ہے کہ اول تو ان کو اپنا مذہبی علم نہیں اور علاوہ ازیں وہ جس مذہب کتاب کو دیکھتے ہیں اس میں عیب جوئی اور نکتہ چینی کا خیال پیشتروں میں رکھ لیتے ہیں جو بات ان کی عقل میں نہیں آتی اور جو عرصہ سے غیر مذہب والوں کی بھی سمجھ میں نہیں آئی اور وہ اس بات پر اعتراض کرتے ہیں تو یہ جان بچانے کے لیے برہمنوں کے سر کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ پوپون کی کھوت ہے۔ یہ کوشش کبھی نہیں کرتے کہ اس کی اصلیت دریافت کرنے کی کوشش کریں۔ ہمارا خیال ہے کہ جس مذہب میں نہ سمجھ میں آنے والی باتیں زیادہ ہوں گی اس میں ضرور صدہا بھید پوشیدہ ہوں گے۔

راسخ الاعتقاد یا پرانی قسم کے ہنود کے یہاں ایسی صدہا اقسام کی کتابیں موجود ہیں جن میں صدہا لوگوں کا تذکرہ ہے۔ سرگ لوک، کام لوک، دیولوک وغیرہ وغیرہ جہاں انسان کو بعد مرگ جانا ہوتا ہے چنانچہ ایک پتر لوک بھی ہے جہاں بزرگوں کی ارواح رہتی ہیں پس وہ لوگ یہ ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ انسان مرتے ہی دوسرا خاکی جسم قبول کر لیتا ہے ورنہ

یہ تیرلوک وغیرہ سب لغو باتیں ہو جائیں گی اور شرادہ وغیرہ ایک دھوکہ بازی ثابت ہوگا ہم اس امر کا کامل ثبوت اس ہی کتاب میں عملی طور پر دیں گے کہ انسان مرنے کے بعد ہی خاکی جسم نہیں قبول کرتا لیکن اس مادہ سے لطیف تر مادی جسم جو زندگی میں خاکی جسم کے اندر قید تھا قبول کر لیتا ہے یا صحیح عبارت میں یوں کہو کہ اصلی انسان خاکی جیل خانہ سے چھوٹ جاتا ہے مگر پھر بھی اس کو ایک قسم کا جیل خانہ باقی رہتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ اس جیل خانہ میں مثل خاکی جیل خانہ کے دوامی نہیں ہوسکتا یہ بھی ایک دن چھوڑنا ہوگا اور رفتہ رفتہ کچھ عرصہ بعد جس کی بہت میعاد ہے روح پھر اپنے افعال کے مادی نتیجے برداشت کرنے کے لیے خاکی قالب قبول کرنے پر مجبور ہوگی۔ ان مسائل کے متعلق ہم بحث کرنے کے لیے ہر شخص سے مستعد ہیں لیکن یہاں اس ذکر کو بخیال طوالت اور اس وجہ سے کہ ہم اپنے اصلی مطلب کے بیان کرنے سے باز رہ جائیں گے ملتوی کرتے ہیں۔ صرف اس امر کے ثبوت کے لیے کہ اہل ہنود کی معتبر کتب میں صدہا ایسے بیانات موجود ہیں جن سے پایا جاتا ہے کہ انسان مرتا ہے جسم خاکی نہیں قبول کرتا۔ ایک قصہ مہارت سے نقل کرتے ہیں۔

''اٹھارہ دن کی جنگ کے اختتام پر سو لڑکوں کی ماں رانی گندھاری اور بوڑھے مہاراج دھرتراشتر سینکڑوں بیوہ عورتوں کے ساتھ جن کے خاوند لڑائی میں کام آ گئے تھے۔ تنہائی میں بسراوقات کر رہے تھے۔ ان کی ہمراہ کنتی او بدر بھی گئے تھے۔ اس ہی زمانہ میں نارومن رشی ویدویاس سے ملاقات کے لیے آئے اور جہاں یہ راجون کا خاندان خفیہ بودوباش نہ کہتا تھا وہیں آ کر ٹھہرے۔ نارومن ہمیشہ خوش رہنے والی ہین۔ اس وقت موسم بہار تھا اور بن عجب جوبن پر تھا اس لیے نارومن اپنی بین بجانے لگے اور گانے لگے پھر راجہ کے پاس گئے وہاں سب سے پہلے گندھاری نے دو آسن دونوں رشیوں کے لیے بچھا

کر ان سے بیٹھنے کی التجا کی پھر آہستہ آہستہ اور عورتیں بھی وہاں آ گئیں اور ان دونوں مہاتماؤں کو گھیر کر بیٹھ گئیں۔

ویاس جی نے گندھاری اور دیگر مستورات سے ان کی خیر وعافیت دریافت کی۔ ویاس دیو کی اتنی بات سن کر سب عورتوں نے اپنا اپنا چوڑیوں کا بایاں ہاتھ ان کی طرف اٹھا کر کہا کہ اے مہاراج ہماری خیروعافیت یہ ہے (یعنی ہم بیوہ ہوگئی ہیں) یہ کہہ کر سب بڑے زور سے رونے لگیں۔

ویاس جی نے کہا کہ اے عورتو تم اپنے اپنے بیٹوں اور خاوندوں کے غم سے پژمردہ ہو رہی ہو یہ رنج تم دور کر دو کیونکہ دنیا میں سب چیزیں غیرفانی ہیں۔ انسان تو انسان درخت، پتے، کیڑے، مکوڑے، چوپائے کسی کا بھی ایک دم کے لیے فنانہیں ہوتا۔ عالم میں مادہ بھرا ہوا ہے اور ایک ابدی قادر مطلق خالق اپنا جلوہ دکھا رہا ہے۔ جب یہ خالق مادہ سے وصل کرتا ہے تب ہی انسان کی پیدائش ہوتی ہے۔ اسی ہی طرح سے پانی میں مچھلیاں، ہوا میں پرند اور زمین میں بیشمار اقسام کے جاندار پیدا ہو جاتے ہیں۔ خالق اس طرح کچھ دنوں تماشہ دیکھتا ہے اور جب وقت آ جاتا ہے تو ہر عنصر اپنی قسم میں مل جاتا ہے اور جیو اس پرماتما میں مل جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس کو تم لوگ مرنا کہتے ہو وہ درحقیقت شکل کی تبدیلی ہے۔ بخیال جان کے ہم لوگوں اور دیگر ذی حیات میں کچھ بھی فرق نہیں ہے۔ بھوک، پیاس، اولاد پیدا کرنے کی خواہش، بی بی خاوند کی محبت، خوف، لالچ، غصہ۔ یہ سب میں یکساں ہیں اور جسے موت کہتی ہو وہ بھی سب کے لیے یکساں ہی ہے مگر ہم لوگوں کے اس خاکی جسم کے اندر ایک لطیف جسم بھی ہے جو مرنے کے بعد اس جسم کثیف سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور روح اس میں موجود رہتی ہے جس طرح ایک لوہے کے گولہ کو آگ میں تپانے سے آگ اس کے ذرہ ذرہ میں داخل ہوجاتی ہے۔ اس ہی طرح یہ لطیف جسم

ہمارے کثیف جسم کے ہر ذرہ میں داخل ہے۔ مرنے پر اس جسم میں کچھ تغیر واقع نہیں ہوتا۔ اس کا وطن بھی زمین ہے اور یہاں یہ عرصہ دراز تک ترقی کے زینہ پر چڑھتا رہتا ہے اور تجربات روحانی حاصل کرتا ہے جب وقت آ جاتا ہے تو روح اس جسم کو چھوڑ کر اوپر چلی جاتی ہے۔ دیکھو یہ جو گلاب کی کلیاں دیکھتے ہو وہ تھوڑے ہی دنوں میں جیون سکیں گی جوں ہی ان کے بیچ کی اصلی چیز یعنی خوشبو فوراً اوپر اڑ جائے گی اور پتیاں زمین پر گر کر مٹی میں مل جائیں گی۔ اس ہی طرح جب ہم لوگوں کا جسم خراب ہو جاتا ہے تو روح اسے چھوڑ کر اوپر چلی جاتی ہے اور ہر عنصر اپنی قسم میں مل جاتا ہے پس جس کو تم لوگ موت کہتی ہو وہ درحقیقت روح کا جسم لطیف قبول کرنا یا یوں کہو کہ جسم کثیف چھوڑنا ہے یہاں مرحوم کے عزیز واقربا رنج وغم کرتے ہیں اور عالم ارواح میں خوشی کی موہوم دھوم مچ جاتی ہے۔ عالم ارواح کے وہ لوگ جن سے زمانہ حیات دنیوی میں محبت تھی۔ مریض کے بستر کے قریب کھڑے رہتے ہیں اور اس کی خدمت کرتے رہتے ہیں اور جہاں جسم کثیف سے اس کا تعلق علیحدہ ہُوا اسے اپنے ہمراہ عالم ارواح میں لے جاتے ہیں۔

نارد مُن بولے کہ اے ویاس دیو آپ ست جگ کا حال نہیں جانتے ہیں اس وقت انسان گناہ نہ کرتا تھا اس لیے جس کی جس طرح کی آتما ہوتی تھی وہ ویسا ہی دکھائی دیتا تھا۔ رانی گندھاری نے کہا کہ اے مہارشی آپ کو ہر زمانہ کی خبر ہے لیکن ہم لوگ اس بدنصیب دواپر جگ کی پیدائش ہیں۔ ہم کو ست جگ کی باتوں سے کیا نفع ہو گا۔ اے پیر مرشد اپنی آتما کے جنم کا قصہ کہتے وقت فرمایا تھا کہ عالم ارواح کے لوگ اپنے پیاروں کے پاس آ جاتے ہیں۔ سو اس بات میں ہم لوگوں کو پورا اعتقاد ہے کیونکہ میری ماں بیمار ہو کر بہت دنوں تک تکلیف اٹھاتی رہی تھیں۔ ان کے مرنے سے دو تین دن پیشتر میرے والد مرحوم ان کے پاس آ کر ان سے نصیحت آمیز باتیں کیا کرتے تھے لیکن ہم

لوگ سمجھتے تھے کہ بوران کے سبب بک رہی ہیں۔ ویاس دیو جی بولے کہ اے گندھاری تم نے ٹھیک کہا۔ مرنے کے وقت مرنے والے کو اس کے مرحوم عزیز واقربا نظر آنے لگتے ہیں اور کبھی کبھی مریض ان کا نام لے کر بھی پکارتا ہے۔ حکیم لوگ اسے بوران یا سرسام سمجھ کر ادویات دیتے ہیں اور سر کو گرم ریت سے سکواتے ہیں۔ اس حالت میں اسرو ید خون نکلوا دینا' آبلہ ڈالنا' پچکاری لگانا' سر پر برف بندھوانا وغیرہ وغیرہ علاج کرتے ہیں اور تیمارداروں کو سمجھا دیتے ہیں کہ اب موت کے پیادوں سے کشمکش ہو رہی ہے۔ پر یہ سب کارروائیاں مردے کو تلوار مارنے کے برابر ہیں۔ خیر جو ہو سو ہو اس وقت میں یہ ہی اچھی طرح سمجھنا چاہتا ہوں کہ آتما کا جنم کس طرح سے ہوتا ہے سو تم غور سے سنو۔

''بہت دن ہوئے کہ جب میں دکھن میں عبادت کر رہا تھا وہیں ایک سو برس کی بڑھیا برہمنی رہتی تھی۔ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کب' کہاں' کیوں وہاں آئی تھی۔ وہ دن بھر تو قریب کے گاؤں میں بھیک مانگتی تھی اور رات کو عبادت کرتی اور جو کوئی بھولا بھٹکا تھکا ماندہ مسافر ملتا اس کو اپنی کوٹھی میں لا کر ٹھہرا کر اور خدمت کر کے گزارتی تھی۔ میں اس کی یہ خصلت دیکھ کر بہت خوش تھا اور اس لیے اسے بہت مانتا تھا۔ ایک دن دفعتاً اس نے مجھ سے کہا کہ چار پانچ مہینہ سے میرا جسم کمزور ہو رہا ہے۔ کوئی بیماری بھی معلوم نہیں ہوتی ہے لیکن تو بھی دن بدن کمزور ہوتی جاتی ہو اس کا سبب معلوم نہیں ہوتا۔ آپ مہربانی کر کے میرے جسم کا امتحان کیجیے۔ میں اسی وقت دھیان کر کے بیٹھ گیا اور وہاں ہی میں اس کے جسم میں داخل ہو کر دیکھا کہ اس کے پیٹ میں مرض پیدا ہوا ہے اور اس مرض کا کوئی علاج بھی نہیں ہے پس میں نے اس بوڑھی سے کہا کہ تم خوف نہ کرو اور گاؤں میں بھیک مانگنے بھی نہ جایا کرو میں تمہارے لیے خوراک یہیں لا دیا کروں گا۔ اس طرح سے سات آٹھ دن گزر گئے۔ ایک دن وہاں جا کر دیکھا کہ وہ جھونپڑی سے باہر پڑی ہے۔

اس نے مجھے دیکھتے ہی ہاتھ اٹھا کر پرنام کیا اور کہا کہ اے مہارشی کیا میرے بچنے کی کوئی تدبیر نہیں ہے۔ میں نے جواب دیا کہ بیشک دنیا کے جنجال سے چھوٹنے کا وقت نیک ہے کیونکہ اس کے بعد روحانی زندگی شروع ہو جاتی ہے۔

بوڑھیا: تب تو آپ کے قول یہ پایا جاتا ہے کہ اگر سب لوگ ایک دم مر جائیں تو اچھا ہو؟

میں: اس میں شبہ نہیں کہ مرنے کا وقت نیک ہے لیکن مرنے کی خواہش کرنی بہتر نہیں ہے۔

بوڑھیا: تو کیا جو مرنے کی خواہش کر رہی ہوں برا کرتی ہوں؟

میں: درحقیقت پہلے مرض کی دفعیہ کی خواہش کرنی چاہیے۔

بوڑھیا: میں نے آپ کی بات نہیں سمجھی؟

میں: اس جسم میں جب تک رہنا ممکن ہو رہنا چاہیے۔

بوڑھیا: میں اگر دوا نہ کھاؤں تو کیا مجھ کو سزا ہوگی؟

میں: جو لوگ زمانہ حیات کے ہر ایک فرض کو پورا ادا کرتے ہیں ان کو خوف نہ کرنا چاہیے۔

گرمی کا موسم تھا اس پر اس کو اس درجہ سردی معلوم ہوتے دیکھ کر مجھے خوف ہوا کہ اس کے مرنے کا وقت اب آ پہنچا۔ میں نے اسے کپڑا اوڑھا دیا۔

بوڑھیا: کیا میں نے زندگی میں نیک کام کیے ہیں؟

میں: معلوم ہوتا ہے کہ کیے ہیں۔

بوڑھیا: تب مجھے کچھ خوف نہیں ہے۔ اے موت آ۔ مجھے کوئی خوف وفکر نہیں ہے۔

یہ کہہ کر بوڑھیا کا چہرہ بشاش ہو گیا گویا ہنسے دیتی تھی اور اس کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں تب وہ پھر بولی۔ "میرے خاوند کے ساتھ یہ جسیم آدمی کون ہے؟" میں نے دھیان لگا کر دیکھا کہ روح تمام جسم میں موجود تھی مگر مختلف اعضا سے روشنی نکل کر سر کی

طرف دوڑتی ہے۔ جسم کے سب حصے آہستہ آہستہ بیکار ہوتے جاتے ہیں۔ جوں جوں روح کی روشنی ان کے پاس سے نکل کر اوپر جانے کی کوشش کرتی ہے توں توں وہ اسے اپنی جانب کھینچنے کی کوشش کرتے ہیں چونکہ روح اور جسم کا ایک مدت دراز کا ساتھ تھا اس لیے جسم روح کو اپنا ایک جزو خیال کرنے لگا تھا۔ اس لیے کوشش کرتا تھا کہ کہیں وہ اسے چھوڑ کر چلی نہ جائے۔ ایک طرف روح نکل کر بھاگنے کی کوشش کرتی تھی اور دوسری طرف جسم کی یہ کوشش تھی کہ وہ اس کے ساتھ ہی ساتھ رہے۔ ہاتھ پیروں کا ٹیڑا ہو جانا اور سکڑ جانا سانس لینے میں تکلیف وغیرہ معلوم ہونا وغیرہ جس قدر حرکتیں مرتے وقت مرنے والا کرتا ہے اور جس کو دیکھنے والے مرنے کی تکلیف کہتے ہیں وہ روح اور جسم کی آپس کی کشاکشی ہوتی ہے اور یہ سب کچھ دنیوی چیزوں اور فعلوں کی لگاؤ کے سبب ہوتا ہے۔ واقعی روح کو کچھ بھی تکلیف نہیں ہوتی جس طرح بڑے طوفان کے بعد سمندر کا پانی بالکل ٹھہر جاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ ایک جم شیشہ کا بہت بڑا ٹکڑا پڑا ہوا ہے۔ اس ہی طرح سے اس بوڑھی کی جان نکلنے سے چند لمحہ پیشتر کسی تکلیف کا نشان تک باقی نہیں رہا۔ صرف یہ دیکھا کہ اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور دو تین بار اپنے بیٹے اور خاوند کا نام لے کر پکارا۔ اس وقت صدہا ارواح ان کے گرد کھڑی تھیں اور پیدائش سے لے کر دم مرگ تک جتنے فعل دنیا میں اس بوڑھیا نے کیے تھے وہ سب سایہ کی طرح اس کے سامنے ہو کر گزرنے لگے۔ ان کو دیکھ کر کبھی وہ خوش ہوتی تھی اور کبھی شرماتی تھی۔ اس وقت اس کے ماتھے سے روشنی سب نکل کر اس کے سر کے چاروں طرف دھوئیں کی شکل میں تین چار ہاتھ اونچی اٹھتی۔ سر کا ہر عضو اپنے تمام مقام سے راستہ دینے لگا اور جس قدر جسم سرد ہوتا جاتا تھا اس ہی قدر روحانی جسم صاف اور مکمل ہوتا جاتا تھا۔

میں نے دیکھا کہ سب سے پہلے ایک خوبصورت چہرہ پھر گلا' پھر چھاتی' پھر ہاتھ پیر

وغیرہ افعال کے نتیجہ کی بموجب بن کر ایک نہایت خوبصورت عورت کا جسم تیار ہو گیا۔
معمولی طور پر دنیا میں جس طرح نوزائیدہ بچہ کا تعلق ماں کی ناف سے رہتا ہے اس مردہ جسم کے قریب ایک دھوئیں جیسی شے تھی۔ پھر وہ دھواں کچھ تو اوپر اٹھ گیا اور کچھ پھر اس مردہ جسم میں جذب ہو گیا۔

اس طرح روحانی جسم کی پیدائش ہوئی۔ آہا۔ اب بھی وہ خوبصورت نظارہ مجھے آنکھیں بند کرنے سی نظر آتا ہے۔ ایسا خوبصورت جسم میں نے کبھی نہیں دیکھا ہے اور نہ آئندہ کبھی دیکھنے کی امید ہوتی ہے۔ کبھی کبھی خواب میں یہ خیال نہ تھا کہ اس ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی میں ایسی خوبصورت عورت بودوباش رکھتی ہے۔ اس وقت میں نے اس کی ایک تصویر بھی تیار کر لی تھی سو تم لوگ یہ لو۔

یہ کہہ کر رشی نے گندھاری کے ہاتھ میں ایک تصویر دی سب متعجب ہو کر اس تصویر کو دیکھنے لگے۔ سب کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

گندھاری نے کہا کہ اے مہاراج آپ نے عمر پا کر مرنے والوں کا جو کچھ حال بیان کیا وہ ہم سمجھ گئیں مگر جو لوگ لڑائی مین مارے جاتے ہیں۔ ان کے اعضا تو مختلف مقامات پر کٹ کر گر جاتے ہیں ان کا روحانی جسم کس طرح بنتا ہو گا؟ آپ مہربانی فرما کر اچھی طرح سمجھا دیجیے۔

ویاس جی نے جواب دیا کہ ان کا روحانی جسم بھی اس ہی طرح بنتا ہے جہاں ان کا سر گرتا ہے وہاں ہی جسم تیار ہوتا ہے کیونکہ تمام باقی ماندہ اعضاء کی روشنی بھی سر کے ہی قریب آ جاتی ہے جس طرح ہڈی، گوشت، نسوں سے ہمارا جسم ملا رہتا ہے اس ہی طرح کشش کے ذریعہ روحانی جسم آپس میں ملا رہتا ہے۔ اس ہی لیے لڑائی میں جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے علیحدہ علیحدہ پھینک دینے سے بھی روحانی جسم کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔

اتنا قصہ سن کر گندھاری نے کہا کہ اے رشی راج آپ کرپا سے مجھے آج بہت واقفیت ہوئی اور میں سمجھ گئی کہ موت کیا شے ہے مگر سمجھنا کافی نہیں ہے کیونکہ میں بڑی بدنصیب ہوں۔ میرے سو بیٹے تھے سب خاندان میرے پاس رہتے تھے۔ کھاتے پیتے تھے لیکن اب میں ان میں ایک کو بھی نہیں دیکھتی ہوں۔ مجھے کس طرح یقین آئے کہ وہ سب دوسری دنیا میں روحانی جسم سے زندہ ہیں۔ میں ہر چند اپنے دل کو سمجھاتی ہوں لیکن وہ نہیں سمجھتا۔

ویاس جی نے کہا کہ گندھاری تم ایسی بات کہہ سکتی ہو مگر دل میں خیال تو کرو کہ چند مہینے سے ہستناپور کے ہزاروں آدمی معہ مال واسباب کے اس بن مین بودوباش کیتے ہیں لیکن کیا ہستناپور کا فنا ہو گیا اگر تمہارے بیٹے اور خاوند تمہارے پاس نہیں ہیں تو کیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ سب نابود ہو گئے۔

اتنا سن کر چاروں طرف سے سب عورتیں رونے لگیں اور سب لوگ کہنے لگے کہ اے مہارشی آپ کے کلام سے ہم سب لوگوں کو بڑا نفع ہوا مگر جب تک ہم اپنے عزیزوں کو ان آنکھوں سے نہ دیکھیں گے اور ان کانوں سے ان کی باتیں نہ سنیں گے تب تک کسی طرح ہمارا شک دور نہ ہو گا اے مہاراج ہم نے سنا ہے کہ آپ خواہش کرتے ہی ان لوگوں کو بلا سکتے ہیں تو مہربانی کر کے ان لوگوں سے ایک مرتبہ ہماری ملاقات کرا دیجیے۔ یہ کہہ کر سب عورتیں زمین پر گر پڑیں اور چاروں سمت سے چلا چلا کر رونے لگیں۔ ویاس جی بہت دیر تک نارو جی کے منہ کی طرف دیکھتے رہے اور فکر کرتے رہے پھر آسن سے اٹھ کھڑے ہوئے اور عورتوں سے کہا کہ آج رات کو سب اس ہی ندی کے کنارہ جمع ہونا اس وقت اپنی اپنے مقام کو لوٹ جاؤ۔ تم جس جس سے ملنا چاہو گی اس ہی اس سے تم کو ملا دوں گا۔ یہ کہہ کر رشی تو اپنی آشرم کو چلے گئے اور عورتیں اپنی اپنی کوٹیو کو چلی گئیں۔ دن بھر

یہ شوق رہا کہ کب رات ہو گی۔ بعد شام سب اس ہی مقررہ سنسان مقام پر جمع ہوئیں۔ کچھ دیر بعد رشی بھی وہاں آ گئے اور عورتوں کو اپنے چاروں طرف دائرہ کی شکل میں بٹھا کر آپ بیچ میں کھڑے ہو کر کہنے لگے۔ اے عورتو! ایک بار اس آسمان کی طرف دیکھو۔ آہا کیسا عمدہ نظارہ ہے گویا سر پر ایک نیلا شامیانہ تنا ہوا ہے اور اس میں لاکھوں تارے ہیرے کی کنی کی طرح جڑے ہوئے ہیں۔ یہ جو ایک بیچ میں سفید سڑک سی نظر آتی ہے اسے معمولی لوگ بے ترنی ندی کہتے ہیں لیکن درحقیقت یہ ندی وغیرہ کچھ نہیں ہے اگر دوربین سے دیکھو تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ لاکھوں چھوٹے چھوٹے تارے ایک دوسرے کے قریب قریب موجود ہیں۔ یہ تارے ہماری زمین سے لاکھوں گنے بڑے اور ایک دوسرے سے لاکھوں کوسوں کے فاصلہ پر ہیں چونکہ ہماری زمین سے بہت سے فاصلہ پر ہیں اس لیے سفید دھوئیں کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔ اس مقام کا نام بہشت ثانی ہے۔ مرنے کے بعد روح اول یہاں ہی جاتی ہے۔ بہت دن ہوئے کہ میں دکن میں عبادت کرتا تھا تو ایک دن اپنے جسم لطیف سے اس کے دو ایک مقام پر گیا تھا۔ جو کچھ میں نے وہاں دیکھا اس کے سو حصوں میں سے ایک حصہ کا حال بیان کرنے کے لیے بھی دنیا میں کوئی مکمل زبان نہیں ہے۔ الغرض جو کچھ ہم اپنی دنیا میں دیکھتے ہیں وہ وہاں کی نقل کے طور پر ہیں۔ خیر یہ بات میں تم کو کسی اور وقت سمجھاؤں گا اس وقت تم اپنے عزیزوں کا تصور یکسو قلب کر کے کرو۔

اور خود رشی مہاراج آسمان کی طرف تاک کر کرک چھیتر کے ایک ایک لڑنے والے کا نام لے کر بلانے لگے۔ یہ کسی کی مجال تھی کہ ان کا حکم نہ مانے سب ایک ایک کر کے آنے لگے اور وہ سرزمین گویا دوسرا کرک چھیتر ہو گیا۔ صرف فرق اتنا تھا کہ وہاں پر جنگجو لوگوں میں آپس میں دشمنی نہ تھی۔

''ناظرین خیال کر سکتے ہیں کہ اگر انسان مرتے ہی دوسرا خاکی جسم قبول کر لیتا ہے تو ویدو ماس نے جنگ مہابھارت کے بہادروں کو کہاں سے بلا کر دکھا دیا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ یہ صرف قصہ ہے اس کی اصلیت کچھ بھی نہیں ہے تو ہم آئندہ اس ہی کتاب میں دو ترکیب بتائیں گے جس کے ذریعہ ہر شخص اب مردوں کی ارواح کو اپنے روبرو بلا سکتا ہے اور بات چیت کر سکتا ہے اور اچھی طرح دیکھ سکتا ہے۔

اس بات کے کہنے سے کہ مرنے کے بعد انسان فوراً ہی خاکی جسم قبول نہیں کرتا۔ راسخ الاعتقاد ہنود کے مسئلہ میں کچھ خلل واقع نہیں ہوتا۔ ان کا یہ قول لفظاً صحیح ہے کہ انسان مرتے ہی دوسرا جسم قبول کر لیتا ہے۔ ہاں صرف غلطی یہ ہے کہ وہ اس جسم کو اس ہی قسم کا جسم سمجھے ہوئے ہیں جس کو ہم روحانی جسم کہتے ہیں وہ یہی ایک قسم کا مادی جسم ہے اگرچہ اس کا مادہ خاکی جسم سے صدہا درجہ لطیف ہے۔

ایک مدت دراز کے بعد روح کو وہ جسم بھی چھوڑنا ہو گا اور اس کے بعد پھر مادی سزا و جزا بھگتنے کے لیے خاکی جسم قبول کرنا ہو گا خواہ کسی زمین پر ہو۔

اہل ہنود کی کتب کے علاوہ انجیل میں بھی اس قسم کے صدہا قصص درج ہیں۔ جن سے پایا جاتا ہے کہ انسان کی روح عالم ارواح سے بلائی جا سکتی ہے اور اس سے بات چیت ہو سکتی ہے چنانچہ کتاب پیدائش باب 19 آیت 1 و باب 10 آیت 1 و 2 باب 32 و باب 16 آیت 7 کتاب خروج باب 3 سلاطین اول باب 19 آیت 5 کتاب گنتی باب 22 آیت 13 کتاب سموئیل اول باب 38 آیت 14 کتاب یعقوب باب 4 آیت 14 تا 17، کتاب دانیال باب 9 آیت 21 باب 9 آیت 9 تا 10، باب 10 آیت 18، باب 8 آیت 15 تا 16، کتاب اعمال باب 7 آیت 35، کتاب ازاکیل باب 8 آیت 2، باب 11 آیت 1 وغیرہ وغیرہ میں زندوں کے روبرو روحوں کا مجسم سامنے آنا اور باتیں کرنا واضح طور پر درج ہے۔

سب سے زیادہ وضاحت سموئیل اول میں کی گئی ہے چنانچہ اس کو خالی از لطف نہ سمجھ کر یہاں درج کرتے ہیں۔ ناظرین غور سے ملاحظہ کریں اور یاد رکھیں کہ جو طریقہ ہم اس کتاب میں بیان کریں گے وہ اس پرانی اور مقدس کتاب کے بیان سے کہاں تک مطابق ہے۔ سموایل اول باب 28 میں لکھا ہے کہ: (1) ''اور انہیں روزوں میں ایسا ہوا کہ فلسطیوں نے اپنی فوجیں جمع کیں تا کہ بنی اسرائیل سے لڑیں تب اکیس نے داؤد سے کہا تو یقین جان کہ تجھے اور تیرے لوگوں کو میرے ساتھ لڑائی پر چلنا ہوگا سو داؤد نے اکیس سے کہا کہ تجھے دریافت ہو جائے گا کہ تیرے بندہ سے بن پڑے گا اور اُکیس نے داؤد کو کہا کہ پس میں اپنے سر کی نگہبانی ہمیشہ کے لیے تجھے دوں گا۔

اور سموائیل مر چکا تھا اور بنی اسرائیل اس پر روئے تھے اور اسے اسی کے شہر میں جو راماہ تھا گاڑا تھا اور ساعول نے ان لوگوں کو جن کے یار دیو تھے اور افسوں گردن کو ملک سے خارج کر دیا تھا۔ سو فلسطی جمع ہو کے آئے اور سنیم کو خیمہ گاہ کیا اور جب ساعول نے فلسطیوں کا لشکر دیکھا تو ہراساں ہوا اور اس کا دل نہایت کانپا اور اسدم ساعول نے خداوند سے مشورت پوچھی پھر خداوند نے اسے کچھ جواب نہ دیا نہ تو خوابوں سے اور نہ نورین سے اور نبیوں کی معرفت سے۔

تب ساعول نے اپنے خادموں کو کہا۔ ایسی عورت کو جس کا یار دیو ہو (حال کی اصطلاح میں میڈیم کہتے ہیں) میرے لیے تلاش کرو تا کہ میں اس پاس جاؤں اور اس سے پوچھوں۔ سو خادموں نے اسے کہا کہ دیکھ عین دار کے بیچ ایک عورت ہے جس کا یار دیو ہے۔ سو ساعول نے اپنی پوشاک اتاری اور دوسری پوشاک پہنی اور گیا اور دو شخص اس کے ساتھ ہوئے اور رات کو اس عورت کے پاس پہنچا اور اس سے کہا مہربانی کر کے میرے لیے اپنے یار دیو سے مشورت کیجیے اور اس کو میرے لیے چھوڑا لئے جس کو میں

کہوں گا تب اس عورت نے اس سے کہا دیکھ تو جانتا ہے کہ ساعول نے کیا کیا اس نے ان کو جن کے یار دیو تھے اور انہوں نے گردن کو ملک سے کاٹ ڈالا ہے پس تو کیوں میری جان پر پھندا مارتا ہے کہ مجھے مروا ڈالے تب ساعول نے خداوند کی قسم کھا کے کہا کہ خداوند کی حیات کی قسم کہ اس بات کے لیے تجھ پر کوئی آفت نہ پڑے گی تب وہ عورت بولی میں کس کو تجھ پر چڑھاؤں؟ وہ بولا سموائیل کو میرے لیے چڑھا۔ سو اس وقت اس عورت نے سموائیل کو دیکھا اور بلند آواز سے چیخ ماری اور اس عورت نے ساعول کو کہا تو نے مجھ سے کیوں دغا کی تو تو ساعول ہے تب بادشاہ نے اسے کہا ہراساں مت ہو تو کیا دیکھتی ہے اس عورت نے ساعول کو کہا کہ میں معبودوں کو دیکھتی ہوں کہ زمین سے چڑھتے ہیں تب اس نے اسے کہا کہ اس کی شکل بتا۔ وہ بولی کہ ایک بوڑھا آدمی اوپر کو جاتا ہے اور لحاف اوڑھے ہوئے ہے تب ساعول نے دریافت کیا کہ وہ سموائیل ہے اور اس نے منہ کے بل گر کے زمین پر سجدہ کیا۔''

الغرض اس کے بعد سموائیل کی روح اور ساعول سے باتیں ہوئی ہیں۔ کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ بات غلط ہے؟ ہم اس کی عملی ثبوت کے علاوہ اس کتاب میں بڑے مستند لوگوں کے حوالے دیں گے جنہوں نے اپنی آنکھوں سے روحوں کو دیکھا اور باتیں چیتیں کیں۔

قرآن مجید میں جگہ جگہ فرشتوں کے وجود کی بابت لکھا ہے اور مسلمانوں کے مذہب میں ان کی ہستی ماننا ایک جزو مذہب شمار ہوتا ہے۔ ہمارے تجربہ کی بموجب فرشتے وہ مخلوق ہیں جو ازل سے اب تک روحانی حالت میں موجود ہیں اور جنہوں نے ابھی جامہ خاکی نہیں پہنا ہے۔

یہ کہنا شاید اکثر لوگوں کو عجیب معلوم ہو کہ ہر ایک شخص مرنے کے بعد کم سے کم پندرہ

سو برس اور زیادہ سے زیادہ دس ہزار برس تک اپنے اعمالوں کے نتیجہ کی بموجب روحانی حالتوں میں رہ کر پھر زمین پر آ کر خاکی جسم قبول کرتا ہے (دیکھو مسٹر سنٹ کی مصنفہ اکلٹ ورلڈ) اس عرصہ کے گزرنے کی فطرتاً فطرطاً قدرت ہے کیونکہ ہر انسان کے افعال دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک ظاہری یعنی زیادہ مادی اور باطنی یعنی زیادہ روحانی پس ہر قسم کے افعال اپنی ہی قسم کی حالت میں پورا موقع اپنی اظہار کا پاتے ہیں جس طرح یہ ناممکن ہے کہ ناک کا کام کان یا کان کا زبان سے لیا جائے۔ اس ہی طرح یہ ناممکن ہے کہ مادی قسم کے افعال روحانی حالت میں اپنا نتیجہ کہا۔ دین اور روحانی مادی حالت میں، مادی افعال کی بہ نسبت روحانی زیادہ دیرپا ہوتے ہیں اس لیے ان کو اپنا نتیجہ ختم کرنے میں بہت عرصہ درکار ہوتا ہے اور مادی افعال کو اپنا زور ختم کرنے کا بہت کم زمانہ درکار ہوتا ہے۔ ہم ایک موٹی سی مثال دیتے ہیں کہ فرض کرو کسی انسان کو کوئی قلبی رنج پہنچا ہے اور کسی کو صرف جسمانی تو جسم کا دُکھ درد بہت جلد رفع ہو سکتا ہے۔ بہ نسبت اس کے قلب کا گزشتہ زندگی کے باقی ماندہ افعال کا نتیجہ کو اہل ہنود کے یہاں پرالبہدہ یا تقدیر کہتے ہیں اور ان کی سزا و جزا میں کمی و بیشی ناممکن ہے۔ تقدیر کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ کسی خود مختار شخص نے بلا سوچ سمجھے اور بلاوجہ مقرر کر دی ہو اور عدل و انصاف کو طاق پر رکھ دیا ہو بلکہ وہ انسان کی خود بوئی ہوئی کھیتی ہوتی ہے جو اسے مجبوراً کاٹنی پڑتی ہے پس جب مادی افعال کے ختم ہونے کا مقام دنیا ہے تو لطیف اور قلبی افعال کے ختم ہونے کے لیے بھی حالت روحانی کی ضرورت ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ انسان مرتے ہی پھر خاکی جسم قبول کر لے۔

مرنے کے بعد یہ روحانی حالت بھی مختلف ہوتی ہے یعنی اول فوراً مرنے کے بعد ہی روح کی ایک نشہ کی سی حات ہوتی ہے جو شخص دنیاوی لذتوں میں زیادہ لبے ہوتے ہیں

ان کو دنیا کے لوگوں اور یہاں کی باتوں سے زیادہ انس ہوتا ہے اور وہ عرصہ تک زمین کے قریب مارے پھرتے ہیں اور تیز حس لوگوں کے جسم سے حرارت عزیزی بہم پہنچ کر لوگوں کو نظر آ جاتے ہیں اور اکثر تکلیف بھی پہنچاتی ہیں۔ جو لوگ نیک ہوتے ہیں ان کی روحیں اس پھندے سے جلدی نکل جاتی ہیں اور کسی کو دق نہیں کرتیں اور خاص ہی خاص حالتوں میں نمایاں ہوتی ہیں۔

ہم آگے چل کر مختلف اقسام کی ارواحوں کا مفصل حال خود ان کی ہی زبانی بیان کیا ہوا درج کریں گے۔ اہل ہنود کا مرنے کے بعد دسواں وغیرہ کرنا اور شرارہ کرنا اس ہی بنا پر مبنی تھا۔ تمام ان رسوم سے جو اس وقت ادا کی جاتی ہیں اور اشلوکون وغیرہ سے جو اس وقت پڑھے جاتے ہیں غور کرنے والے کو صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ فضول حرکتیں نہیں ہیں۔ نئی قسم کے ہنود کا یہ خیال کہ یہ سب فضول باتیں اور برہمنوں کے ٹھگنے کی باتیں ہیں اس غلطی پر مبنی ہیں جس کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں کہ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ انسان مرتے ہی خاکی جسم انسانوں کا سا قبول کر لیتا ہے۔ ان لوگوں سے مباحثہ کرنے کی ہم کو ضرورت نہیں اور نہ ہماری کتاب پڑھنے والوں کو کم ہی ہو گی کیونکہ ان کو اس بات کا عملی ثبوت مل جائے گا کہ صدہا برس کے مرے ہوئے اشخاص کی ارواح ان کے روبرو آ کر نمایاں ہوں گی اس سے زیادہ دلیل کیا کام دے سکتی ہے۔

دسواں کرنے سے صرف یہ غرض تھی کہ کسی بڑے یوگی اور بزرگ کے توسل سے (یعنی مہابرہمن کے ذریعہ مہا کے معنی بڑی اور بزرگ کے ہیں۔ مرحوم کی روح کو اس تکلیف کی ابتدائی حالت سے نجات دلا دی جائے۔ وہ لوگ اپنی قوت ارادی کے زور سے مرحوم کی روح کا مادی اشیاء پنڈ وغیرہ سے تعلق پیدا کر کے اس کی مصیبت کو چھوڑ دیتے تھے اور مرحوم کی روح فوراً عالم ارواح یعنی سرگ میں جانے کے قابل ہو جاتی تھی چنانچہ

اب تک یہ رسم جاری ہے کہ مہابرہمن جو اب ایک حقیر قوم ہو گئی ہے دسواں ختم کرنے کے وقت اپنے قدیم بزرگوں کی نقل کر کے کہتے ہیں کہ ہم نے سپل کیا یعنی پاک کر دیا اور جب تک وہ زبان سے نہ کہیں مرحوم کے اقارب رسم دسویں کا اختتام نہیں خیال کرتے۔

یہ سچ ہے کہ موجودہ زمانہ میں ایسا کہنے والے لوگ محض بدافعال اور جاہل ہیں ان سے کچھ فائدہ متوفی کی روح کو نہیں ہوتا۔ انہوں نے کھانے کمانے کا ایک دھندا سمجھ رکھا ہے اور مرنے والے کے عزیز بھی اس کو ایک جرمانہ یا جبر یا رسم دنیوی سمجھ کر ادا کرتے ہیں لیکن درحقیقت ابتدا میں یہ رسم بزرگوں نے صدہا سال کے تجربہ کے بعد قائم کی ہے۔

چونکہ اب کچھ نفع نہیں ہوتا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ اس رسم کو توڑ دیا جائے کیونکہ ممکن ہے کہ کسی وقت میں ایسے لوگ پھر پیدا ہو جائیں جو اس رسم سے پورا نفع حاصل کر سکیں گو اب موجود نہ ہوں روح کی یہ حالت کہ اس کو زمین کے افعال سے تعلق رہے زیادہ سے زیادہ 150 سو برس رہتی ہے پس ان لوگوں کی روح کی خلاصی کے لیے جن کی روح کو دسویں کے وقت کامل رہائی نہیں مل سکتی تھی شرادہ کی رسم ہر سال کرنا مقرر کی گئی۔ ہر سال موسم برسات میں رشی منی لوگ بنوں سے دیس اور آبادی میں قلیل عرصہ کے لیے آجایا کرتے تھے اور اس وقت ان کے چیلے ان کی مدد سے پھر اپنے عزیزوں کی روح کو نفع پہنچانے کی کوشش کراتے تھے اور بطور نذرانہ اور شکرانہ کچھ خدمت کرتے تھے اور کھانا کھلاتے تھے لیکن صرف کھانا ہی کھلانا باقی رہ گیا اور دسویں کے وقت نقد اور جنس گھوڑے قیمتی دینا رہ گیا ہے۔ ہمارے نزدیک ناواقفوں یہ رسم چھوڑنا بہتر نہیں ہے گو عقلمند کو اس کے کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے۔

اہل اسلام اور عیسائیوں میں بھی مرنے والے کی روح کو ثواب پہنچانے کے لیے اور خیرات وغیرہ اور ختم قرآن کیا جاتا ہے تاکہ کلام پاک کو سن کر اس کی روح کو تسکین

ہو جائے۔ مختلف رسوم چالیس روز تک ادا کرنی ہوتی ہیں اور درحقیقت روح کو نفع ہوتا ہے۔ غرض روح کو نفع پہنچانے کا دستور اور رواج ہر قدیم مذہب میں موجود ہے۔

اہل ہنود میں جہاں امتداد زمانہ اور ناواقفیت کے سبب یہ غلط فہمی پھیل گئی ہے کہ انسان مرتے ہی خاکی جسم قبول کر لیتا ہے۔ اس ہی طرح یہ بھی غلطی ہے کہ انسان کی روح مرنے کے بعد جانوروں کا قالب اختیار کرتی ہے۔ اگر مرنے کے بعد بھی جنم ہو جاتا ہے تو دسواں وغیرہ اور شرادہ سراسر فضول حرکتیں ہیں کیونکہ نفع کس کو ہوتا ہے۔ اسی ہی طرح اگر جانوروں میں روح چلی جاتی ہے تو اور بھی فضول ہے۔ کیونکہ فرض کرو کسی شخص کا باپ مرا اور وہ بیل کے جسم میں داخل ہوا تو دسویں کے وقت مہا برہمن کو غذا کھلانے کی بجائے جو انسان کو پسند ہے بُھس اور کھل کھلانا چاہیے جو بیلوں کو مفید اور پسند ہے۔ عمدہ عمدہ کپڑوں اور اسباب کی بجائے جھول دینی مناسب ہے جوتا خیرات کرنے کی بجائے نعل لگانے واجب ہیں جو اس کے پیروں کی حفاظت کریں۔ ورنہ وہ سب چیزیں اس کے کس مصرف کی ہیں۔

درحقیقت بات یہ ہے کہ ان کو جیو اور آتما کے فرق نہ معلوم ہونے نے دھوکا دے رکھا ہے۔ جس طرح چراغ کی لو کبھی نیچے کو نہیں جا سکتی۔ اس ہی طرح روح جو بہت ہی نفیس اور لطیف ہے ہرگز ترقی کر کے اور انسان کا جسم پا کر کبھی چوپایوں اور جانوروں کا جسم نہیں قبول کر سکتی۔ ہاں افعال کے نتیجوں کے مطابق اچھی اور بُری حالت میں پیدا ہو سکتی ہے لیکن جسم انسان کا ہی قبول کرے گی۔ اہل ہنود کو ہمارا یہ قول بالکل عجیب اور نیا معلوم ہو گا لیکن ہم اس کا ثبوت دینے کو موجود ہیں بلکہ وہ خود ہی ارواحوں سے دریافت کر سکتے ہیں۔

یہ سچ ہے کہ انسان کے جسم میں جو حرارت عزیزی ہے وہ مرنے کے بعد جسم کے ساتھ ہی رہ جاتی ہے۔ اگر جسم آگ سے تباہ نہیں کیا جا سکتا تو وہ حرارت یعنی مادہ جان کیڑے مکوڑوں کی شکل قبول کرتا ہے اور رفتہ رفتہ ان کی حرارت عزیزی اعلیٰ قسم کے ذی حیاتوں میں منتقل ہوتے ہوتے بڑی قسم کے جانوروں تک ترقی کر جاتی ہے۔ اور اگر آگ سے جلا دیا جاتا ہے تو وہ آسمان میں مل جاتی ہے اور وہاں مختلف اقسام کے حشرات الارض پیدا کرتی ہے۔ اس معنی میں بیشک انسان ادنیٰ قسم کی ذی حیات کی حالت اختیار کرتا ہے ورنہ ہرگز نہیں۔

اس مسئلہ کی تائید ہر قدیم مذہب نے کی ہے گو اب اس کے پیرو اس کو کس طرح پھیر پھار کر دوسرے معنی لگا دیں۔

ہر مذہب میں ایک آنے والے نبی یا اوتار کی پیشین گوئی کی گئی ہے لیکن ہم دریافت کرتے ہیں کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ کوئی کسی تازہ اور جدید روح کو جو پیشتر کبھی زمین پر نہیں آئی یہ کہہ سکے کہ اس کا یہ نام ہوگا اور ایسی خاصتیں ہوں گی۔ اور فلاں زمانہ میں پیدا ہوگا یہ کام کرے گا وغیرہ وغیرہ۔

عیسائیوں کے یہاں یہ پیشین گوئی نہایت صاف اور واضح الفاظ میں ہے جو لفظاً ہمارے قول کی موید ہے اُن کا قول ہے کہ خود مسیح ہی زمین پر دوبارہ آوے گا اور ہمارے خیال کی بموجب یہ سچ اور صحیح بات ہے۔ مسیح کا اپنے باطنی افعال ختم کرنے کے بعد آنا زیادہ ممکن ہے

ہم شاید اپنے ارادہ سے زیادہ اس بحث کو طوالت دینے پر مجبور ہوگئے۔ ہم کو لکھنا کچھ اور تھا اور چلے کس طرف گئے لیکن یہ بحث بھی فلسفی مزاج کے آدمیوں کے لیے لطف سے خالی نہیں ہے۔ اُن کو اس میں مختلف پہلوؤں پر غور کرنے کی خوراک بہم پہنچ سکتی ہے۔

الغرض جیسا قصہ ہم نے مہا بھارت سے نقل کیا ہے ہم اور بھی مذاہب میں ایسے قصص کا پتا پاتے ہیں لیکن وہ زمانہ وہی تھا۔ اُس وقت بزرگوں میں قوت تھی کہ اپنی قوت ارادی کی بموجب جب معلوم کریں کہ اب جسم ناکارہ ہو گیا ہے اور کام نہیں دیتا۔ اُسے چھوڑ دیں اور عالم ارواح میں داخل ہو جائیں۔ اس زمانہ میں ایسے لوگوں کا وجود معدوم تو نہیں لیکن کمیاب ضرور ہے۔ اس لیے نئی تعلیم کے لوگ ایسی باتوں پر ہنستے ہیں اور ان میں اعتقاد رکھنے والوں کو سادہ لوح اور احمق بتاتے ہیں۔ اس لیے ہم مناسب خیال کرتے ہیں کہ اُن کو ایسی ہی مثالیں دیں جن میں شک کرنے کی اُن کو گنجائش نہ رہے۔

ہم اہل ہنود اور اہل اسلام میں سے صدہا بزرگوں کے حالات درج کر سکتے ہیں جو مستند کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں مگر نئی روشنی اور تعلیم کے ہندو و مسلمان اُن کو جھوٹا خیال کرتے ہیں۔ اُن کے نزدیک انگریز جھوٹ نہیں لکھتے۔ اس لیے انگریزوں کی ہی کتابوں سے حالات جو بادی النظر میں عجیب وغریب ہیں؛ پیش کریں گے اور پھر چند ہندوستان کے باشندوں کے بھی خواب زندہ موجود ہیں؛ سنائیں گے۔ ہم اپنے ذاتی تجربات کو خاص خیال سے فی الحال اٹھا ہی رکھتے ہیں۔ چنانچہ کچھ دن گزرے ہوں گے کہ امریکہ کے نیویارک شہر میں ایک انگریز معہ اپنی بیوی کے رہتا تھا۔ اُس کے کچھ اولاد نہ تھی۔ کسی ضرورت کے سبب اُس کو انگلستان جانا پڑا اور وہاں سے تین چار ماہ تک خط لکھنے کا موقع نہ ہوا۔ اس فکر سے اُس کی بیوی بہت اداس رہتی تھی۔ اُن دنوں اُس شہر کے باہر غیر آباد اور ویران مقام میں ایک پاگل سا شخص رہتا تھا۔ اُس کی صورت سے وحشت برستی تھی۔ بال بکھرے ہوئے، کپڑے میلے کچیلے، نہ کسی سے بولنا نہ چالنا، یہ اُس کی حالت تھی۔ اس لیے ہی اکثر لوگ اُس کو دیوانہ کہتے تھے لیکن جو لوگ اُس کی خوبی سے واقف تھے وہ اُس کو ولی خیال کرتے تھے۔ جب میم صاحب کو عرصہ تک اپنے خاوند کی خیر وخبر نہ ملی تو

اتفاقیہ ایک دن اُس دیوانہ کے پاس گئیں اور نہایت خوشامد سے اپنا حال بیان کیا۔ اُس شخص نے اُس عورت سے کہا کہ تم باہر ہی بیٹھ جاؤ اور یہ کہہ کر اپنے مکان کا دروازہ بند کر لیا۔ جب اُسے باہر بیٹھے عرصہ گزر چکا تو گھبرا کر باہر سے ایک کھڑکی کی جھلملی اٹھا کر اندر جھانکا تو دیکھا کہ دیوانہ صاحب کا نصف جسم پلنگ پر ہے اور نصف زمین پر۔ جسم میں کسی قسم کی حرکت موجود نہ تھی۔ ایک مردہ جسم معلوم ہوتا تھا۔ اُس عورت نے خوف سے چھلملی، آہستہ سے پھر بند کر دی۔ دو گھڑی کے بعد وہ شخص کیواڑ کھول کر باہر آیا اور اُس عورت سے کہا کہ تمہارے خاوند نے جو آخری خط لکھا ہے وہ تم کو آج ملے گا۔ تمہارا خاوند شدت سے بیمار ہو گیا تھا۔ اس ہی لیے وہ خط نہیں لکھ سکا تھا۔ وہ بہت دُبلا ہو گیا ہے اور مجھے کہتا تھا کہ پندرہ دن کے بعد جو جہاز روانہ ہوگا اُس میں سوار ہوں گا۔

عورت نے کہا کہ اگر یہ باتیں صحیح ثابت ہوئیں تو میں آج سے آپ کی بے داموں غلام ہوگئی۔ جب وہ عورت گھر آئی تو ڈاکیہ نے اُس کے خاوند کی چٹھی دی اور جب خط کھول کر دیکھا تو دیوانہ نے جو کچھ کہا تھا سب اُس میں لکھا تھا۔ ایک ماہ بعد وہ انگریز گھر واپس آیا۔ اُس کے واپس آنے کے دوسرے دن اُس کی بیوی نے اُس سے ذکر کیا کہ جب عرصہ تک مجھے تمہاری خیر و عافیت معلوم نہیں ہوتی تھی تو ایک دن فلاں فقیر سے آپ کی بابت دریافت کیا تھا۔ انہوں نے مجھے تمہاری سب خبر دے دی تھی۔ اگر وہ مجھے وہ باتیں نہ کہہ دیتے تو شاید میں اب تک زندہ نہ رہتی بہتر ہو کہ ایک دن چل کر اُسے مل آئیں۔

خاوند نے جواب دیا کہ میں ابھی تمہاری طرح پاگل نہیں ہوا ہوں کہ اُس مشہور بوڑھے سے ملنے جاؤں لیکن بی بی بار بار ضد کیے گئی۔ لاچار ہو کر صاحب کو منظور کرنا پڑا۔ دونوں فقیر کے پاس گئے۔ آگے آگے عورت اور پیچھے پیچھے صاحب تھا۔ عورت نے پہلے

سر جھکا کر سلام کیا لیکن صاحب جیون اُس کے پاس گیا تیوں ہی اُس کا بدن کانپنے لگا۔ یہ ماجرا دیکھ کر اِدھر اُدھر سے لوگ جمع ہو گئے اور اُس کے چہرہ پر پانی چھڑکنے لگے۔ کچھ دیر بعد صاحب نے کہا بڑے تعجب کی بات ہے کہ میں نے فلاں تاریخ کو فلاں مقام پر لندن شہر میں ایک ایکسچینج کی دوکان پر اس شخص کو دیکھا تھا۔ انہون نے مجھے دریافت کیا تھا کہ کیوں نہیں گھر جاتے اور کیوں نہیں خط لکھتے۔ میں نے ان کو سب باتوں کا جواب دے دیا تھا لیکن جب میں نے ارادہ کیا کہ ان کا پتہ نشان دریافت کروں تو ان کا کچھ پتہ نہیں لگا۔

اس قسم کے چند واقعات ہندوستانی فقراء کے درج کیے جا سکتے ہیں جن سے صاف ثابت ہو سکتا ہے کہ وہ اپنا جسم کثیف چھوڑ کر اور جسم لطیف کے ذریعے دور دراز مقامات پر پہنچ سکتے تھے اور پہنچ سکتے ہیں۔ لیکن اب ہم اپنے
ناظرین کو زیادہ بے قرار کرنا نہیں چا
ہتے اور اپنے مقصد اصلی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

باب 2

علم روحانی کی ضرورت

یہ علم ہمیشہ سے ہر قدیم مذہب کے برگزیدہ اشخاص کو معلوم تھا۔ ہندوستان کی صدہا کتابیں اس بات کی شاہد ہیں کہ ہندو اس علم سے خوب واقف تھے۔ اہل اسلام کے صدہا ایسے شخص اس وقت موجود ہیں جو اس علم سے کسی نہ کسی شکل میں واقف ہیں۔ یہ علم اہل دنیا اور اہل عقبیٰ دونوں کے لیے مفید ہے۔ اہل دنیا اپنے جلے ہوئے دلوں کو اس متبرک علم کے ذریعہ ٹھنڈا کر سکتے ہیں جن لوگوں کے دل چوٹ کھائے ہوئے ہیں۔ وہ سمجھ سکتے ہیں کہ ایک مرے ہوئے عزیز سے جس کو قیامت تک کے لیے چھوٹا ہوا تصور کر بیٹھے تھے۔ ملنا اور بات چیت کرنا اور اُس کی حالت معلوم کرنا کیسا تسکین بخش ہے۔ اپنے عزیز کی حالت ہی نہیں معلوم ہوتی بلکہ موت کی وہ خوفناک صورت جس کا عرصہ سے خیال باندھتے رہے ہیں۔ کیسی بے خطر معلوم ہونے لگتی ہے۔ نیک اور بدروحوں کی حالت جان کر نیک کام کرنے اور بدکاموں سے پرہیز کرنے کی کیسی جرات بڑھ جاتی ہے اور ترغیب ہو جاتی ہے۔

صدہا لوگ آخر دم تک یہ خواہش اپنے دل میں ہی لے جاتے ہیں کہ کاش اپنے فلاں بزرگ یا فلاں عزیز سے دو دو باتیں کر لیتے اور اُس کی شکل دیکھ لیتے۔ لیکن اُن کے نزدیک یہ خواہش پوری ہونی امر محال کے درجہ سے بھی گزری ہوئی ہے۔ پس اگر اُن کو ایسی کوئی ترکیب ہاتھ آ جائے کہ جس کے ذریعہ وہ اپنے بزرگوں اور عزیزوں سے ایک

ہی مرتبہ نہیں بلکہ ہر روز بلکہ ہر وقت بات چیت کر سکیں اور صلاح مشورہ لے سکیں تو کیا یہ علم اس قابل نہیں ہے کہ اُس کو سر آنکھوں پر جگہ دی جائے۔ ہمارے نزدیک اس سے زیادہ قابل تعظیم اور کوئی علم نہیں ہو سکتا۔ اہل عقبیٰ اس علم سے ہمیشہ فائدہ حاصل کرتے رہتے ہیں لیکن چونکہ یہ عالم خاص خاص شخصوں کو معلوم ہوتا رہا ہے اور اُس کے ذریعہ اُن کی عظمت اور بزرگی ظاہر ہوتی رہتی ہے بلکہ بعض کا ذریعہ معاش ہی یہ رہا ہے۔ اس لیے اور بعض نیک دل واقفوں نے اس لیے کہ عوام اس علم سے واقف ہو کر عوام کو دھوکا نہ دیں اور روپیہ نہ کمائیں۔ پورے طور پر ظاہر نہیں کیا اور نہ پھیلنے دیا۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ آج اس علم سے بہت ہی کم واقف ہیں۔ اہل تصوف جو اس علم سے پورے واقف ہوتے تھے اور بزرگوں ولیوں اور حکما کی ارواح سے استفادہ حاصل کرتے رہتے تھے۔ اب زیادہ تر لکیر کے فقیر ہیں لیکن اگر یہ لوگ اس علم سے واقفیت حاصل کریں تو بے شک عاقبت کے متعلق بہت کچھ معلوم کر سکتے ہیں۔

ہم کو ابتداء عمر سے ایسے علوم کی تلاش تھی۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد ہم نے آزاد خیال بن کر مختلف مذاہب کی تحقیقات شروع کی۔ شروع شروع میں کبھی ہم کو کوئی مذہب سچا معلوم ہوا اور کبھی کوئی۔ ہمارا اس امر پر ہمیشہ سے یقین تھا کہ یا تو سب مذہب جھوٹے ہیں یا سب سچے ہیں مگر بادی النظر میں سب کا سچا ہونے کی بہ نسبت جھوٹا ہونا زیادہ آسان معلوم ہوتا ہے۔ لیکن بات اصل یوں ہے کہ جملہ مذاہب میں جو اصلی بات ہے اور جس کا واقعی نام مذہب ہو سکتا ہے یکساں ہے۔ اس نتیجہ پر پہنچنے کے بعد ہم کو یہ خیال پیدا ہوا کہ سب مذہب علوم روحانی کا پتہ دیتے ہیں اس کی اصلیت دریافت کرنا چاہیے۔ اس تلاش میں مختلف مذاہب کے علماء اور فقراء سے ملنے کا اتفاق ہوا اور سب سے کچھ نہ کچھ فائدہ اور واقفیت حاصل کی۔ آخرکار ہم ایسے مرشد تک پہنچ گئے جسے ہمارے جملہ امور کے متعلق پوری تسکین کر دی۔ اُن کے صدہا عطیات میں سے ایک یہ علم بھی تھا

جس کا ہم ان صفحات میں ذکر کر دیں گے۔ ہم نے پیشتر یہ کتاب اور ہی پرداز اور دوری ہی طرز پر لکھی تھی لیکن زیادہ مہلک راز افشا ہوئے جاتے تھے جن کا اظہار ہونا شاید عوام کے لیے غیر مفید ثابت ہوتا۔ اس مرتبہ ہم نے اس کو ایسے طریق پر لکھا ہے جو یورپین طریق کیا جا سکتا ہے لیکن ہمارا منشا اور اصلی مقصد ہاتھ سے نہیں گیا ہے۔ چونکہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ روحانی معاملات میں سب مذاہب متفق ہیں۔ اس لیے موجودہ طرز تحریر کوئی خاص تفاوت پیدا نہیں کرتی ہے۔ ہم خیال کرتے ہیں کہ شخص کو اس علم کے سیکھنے کی ضرورت ہے۔

☆☆☆

باب 3

زمانہ موجودہ میں علم روحانی کا آغاز

امتداد زمانہ کے سبب گم اور معدوم کے درجہ کو پہنچ کر یہ علم نئی شکل میں ملک امریکہ میں 51 سال کا زمانہ گزرا کہ پھر از سر نو تازہ ہوا ہے۔ ہمارے بزرگوں اور فقراء کو یہ علم اور طریق سے معلوم ہوا تھا لیکن ہم اس وقت یہ بتاتے ہیں کہ امریکہ میں اس کی ابتدا کس طرح ہوئی۔

1812ء میں امریکہ کے نیویارک شہر کے ایک محلہ میں فاکس نامی ایک انگریز نے ایک مکان کرایہ پر لیا۔ وہ گھر تو بہت عالیشان اور عمدہ تھا مگر لوگ اُس میں آسیب اور بھوتوں کا خلش بیان کرتے تھے بلکہ اُس مکان کا نام ہی بھوتوں والا مکان ہو گیا تھا۔ اس لیے کوئی اُس کے پاس نہ جاتا تھا اور نہ کوئی اسے کرایہ پر لیتا تھا۔ جب مسٹر فاکس نے وہ مکان کرایہ پر لے لیا اور اُس میں بود و باش اختیار کی تو جگہ بہ جگہ مختلف اقسام کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ ابتدا میں مسٹر فاکس نے خیال کیا کہ شاید کوئی چوہا وغیرہ ہو گا مگر دو چار ہی دن کے بعد تمام مکان میں ایسا معلوم ہونے لگا کہ گویا بہت سے آدمی مکان میں چل پھر رہے ہیں۔ فاکس صاحب کی دو لڑکیاں بھی تھیں۔ ایک 7 برس کی اور دوسری 10 برس کی۔ ایک دن اُن کی ماں نے دیکھا کہ بڑی لڑکی کے پیر پر ایک بہت بڑا کتا بیٹھا ہے لیکن جب وہ اُس کے پاس گئی تو وہ ہوا میں غائب ہو گیا اور پھر مکان کی ہر میز اور

کرسیوں پر اُچھلنے کودنے لگا۔ روز بروز کھٹ کھٹ کی آواز زیادہ ہونے لگی اور کسی دن ایسا بھی معلوم ہوتا تھا کہ گویا کوئی شخص کیواڑوں میں دھکا مارتا ہے مگر دروازہ کھول کر دیکھنے سے کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ لیکن جب دروازہ بند کر دیا جائے تو پھر وہی آواز ہونے لگتی تھی۔ ہمسایوں کی مدد سے فاکس صاحب نے مکاں کے چاروں طرف پہرا بٹھا دیا لیکن شرارت میں کچھ بھی فرق نہ ہوا۔ لڑکیاں ہاتھ سے جتنی بار تالیاں بجاتی تھیں' اُتنی ہی بار کوئی اور بھی تالیاں بجا دیتا تھا۔ جب لڑکیاں بولتی تھیں تب وہی بات کوئی دوسرا شخص بھی بول دیتا تھا۔ ان باتوں سے لوگوں نے نتیجہ نکالا کہ شرارت کرنے والا لڑکیوں کی باتیں ضرور سمجھتا ہے۔ ایسا خیال کر کے لڑکیوں کی معرفت کہلوایا گیا کہ تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو وہ کہہ دو۔ ہم لوگوں کی جو بات تم سمجھ لو اُس پر ایک مرتبہ ''   '' کر دو اور جو نہ سمجھو اُس پر دوبارہ کر دینا۔ اور جب تم تین بار ''کھٹ'' کی آواز کرو گے تو ہم سمجھیں گے کہ تم کچھ تسکین بخش جواب نہیں دے سکتے ہو۔ اتنی بات سن کر شرارت کرنے والے سے ایک مرتبہ ''کھٹ'' کی آواز کی۔ گویا یہ کہا کہ مجھے یہ باتیں پسند ہیں اور میں منظور کرتا ہوں۔

تب اُن لوگوں کو فکر ہوئی کہ ان سے اور باتیں کس طرح کریں۔ تب یہ تدبیر سوچی کہ انگریزی حروف تہجی اُن کے سامنے پڑھنے شروع کیے جائیں جس حرف پر   ہوا وہی لکھ لیا اور اس طرح لفظ بنائے اور پھر جملے۔ اس طرح روحوں کا مطلب سمجھ لیا۔ اُس روح نے کہا کہ تیس برس کا عرصہ ہوا کہ جب میں بہت سا روپیہ لے کر اس مکان میں آیا تھا۔ اُس وقت بیل نامی ایک شخص اس گھر میں رہتا ہا۔ اُس وقت بیل کی عمر 31 برس کی تھی۔ ایک دن منگل کی آدھی رات کے وقت اُس نے مجھے قتل کر کے میرا کل مال چھین لیا۔ اُس دن اس گھر میں اور کوئی نہیں تھا۔ دوسرے دن صبح کو تہہ خانہ میں دس فٹ نیچے زمین میں میری لاش کو دفن کر دیا۔

سب لوگ گئے اور اُس تہہ خانہ کو کھولا۔ مٹی ہٹانے سے انسان کی بہت سی ہڈیاں وہاں ملیں۔ بیل نامی شخص اُس مقام سے بہت فاصلہ پر رہتا تھا اُسے وہاں لائے۔ اُس نے سب کے سامنے قسم کھائی کہ میں بے گناہ ہوں۔ مجھے ان باتوں کی کچھ خبر نہیں۔ اُس نے اپنی صفائی میں گواہی خود ہی دی تھی۔ چونکہ اُس کے خلاف کوئی ثبوت موجود نہ تھا۔ اس لیے اُسے چھوڑ دیا گیا۔

غرض اُس ہی دن سے علم روحانی کا چرچا ملک امریکہ میں شروع ہوگیا۔ پھر یہ بات ثابت ہوئی کہ فاکس کی لڑکیوں کے علاوہ دوسرے مرد و عورتوں کے سامنے اس ہی قسم کی آوازیں اور عجیب وغریب کرشمے ہوتے ہیں۔ اُس ہی زمانہ میں صوبہ رٹلینڈ کی قصبہ چٹدن میں ایک خاندان کسانوں کا رہتا تھا۔ اُن کے روبرو روحیں قسم قسم کے کرشمے کرتی اور سامنے آتی تھیں۔ امریکہ کے نامی نامی اخباروں نے بڑے بڑے لائق نامہ نگاروں کو تحقیقات کے لیے کہ آیا یہ باتیں سچ ہیں یا جھوٹ وہاں پہنچایا تھا۔ چنانچہ تھیاسوفیکل سوسائٹی کے بانی کرنل الکاٹ صاحب بھی اُس وقت امریکہ کے مشہور اخبار نیویارک مسن کی طرف سے وہاں گئے تھے۔ ہم اُن کے تجربات اور تحقیقات کو لفظاً صحیح مانتے ہیں کیونکہ ہم اُن سے ذاتی طور پر واقف ہیں۔ اس لیے کچھ اُن کی تحریر سے بھی مختصراً نقل کریں گے۔ ناظرین ان باتوں کو فضول نہ سمجھیں اُن سے آخر کار مطلب نکالا جائے گا۔ ہم ہمیشہ اپنی کل تصانیف میں یہ التزام رکھتے ہیں کہ اصلی اور مطلب کی بات اُس وقت لکھی جائے کہ جب کل متعلقات بیان ہو چکیں ورنہ کتاب پڑھنے والے صرف وہی حصہ پڑھ کر باقی کتاب کو جس کے لیے مصنف نے خون جگر پیا ہوتا ہے چھوڑ دیتے ہیں۔

✪ ✪ ✪

باب 4

معمولوں یعنی میڈیموں کی اقسام

پیشتر اس سے کہ ہم کرنل صاحب کے تجربات اور تحقیقات ہدیہ ناظرین کریں۔ یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ بتا دیں کہ وہ اشخاص جن لوگوں کے توسل سے ارواح بلائی جا سکتی ہیں کے طرح کے ہوتے ہیں۔ میڈیم بہت اقسام کے ہوتے ہیں لیکن ہاں ہم چھ سات ہی قسم کے معمولوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔

1- لکھنے والا 2- بولنے والا 3- کھٹکے اور ٹیلی گراف کا میڈیم جس طرح کی مسٹر فاکس کی لڑکیاں تھیں۔ 4- صحت بخش معمولی (جو امراض کو دور کرے) 5- روشن ضمیر 6- فوٹوگرافک یعنی جس کے توسل سے ارواح کی عکس تصاویر تیار ہو جائیں۔ اس قسم کے معمول کے متعلق ایک عجیب واقعہ ہو چکا ہے چونکہ وہ دلچسپ ہے۔ اس لیے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

ملک امریکہ میں سلطنت جمہوری ہے وہاں کوئی مستقل بادشاہ نہیں ہوتا۔ رعایا ہر پانچویں سال ملک کے سربرآوردہ لوگوں میں سے ایک شخص کو پانچ سال کے لیے اپنا حاکم انتخاب کر لیتے ہیں اور اُس کو پریذیڈنٹ یعنی صدر انجمن کہتے ہیں جس طرح اور ملکوں میں بادشاہ کا حکم مانا جاتا ہے۔ اس ہی طرح اس ملک میں پانچ سال تک اس شخص کا مانا جاتا ہے۔ ایک رتبہ ایک شخص جس کا نام لنکن تھا وہاں کے پریذیڈنٹ مقرر ہوئے لیکن

تھوڑے ہی دنوں بعد اُن کا انتقال ہو گیا۔ اُن کی بی بی نے کہیں یہ سن لیا تھا کہ مردہ آدمیوں کی روحوں کی بھی تصویریں کھینچی جاتی ہیں۔ پس وہ منہ پر نقاب ڈال کر مصور کی دوکان پر گئیں اور کہا کہ میری تصویر کھینچ دو۔ لیکن تصویر ایسی ہو کہ اُس میں اُس شخص کی تصویر بھی ہو جس کی میں تصویر چاہتی ہوں۔

مصور: آپ کون ہیں اور آپ دوسرے کس شخص کی تصویر چاہتی ہیں؟

بی بی: میں کون ہوں اور کس کی تصویر کھچوانا چاہتی ہوں یہ تو میں نہ بتاؤں گی لیکن اُن کی تصویر میرے دل میں منقش ہو رہی ہے۔

مصور: اچھا آپ بیٹھیں۔ لیکن میں یہ وعدہ نہیں کرتا کہ آپ کے علاوہ کسی اور کی تصویر بھی کھینچ جائے گی۔

بی بی بیٹھ گئی، تصویر کھینچی گئی۔ یہ عورت بہت سن رسیدہ تھی۔ تصویر میں اُن کی کرسی کے پیچھے ایک کم سن نوجوان اُن کے کندھوں پر ہاتھ دیئے ہوئے کھڑا ہوا اور دوسرا جوان اُس سے کچھ فاصلہ پر کھڑا ہوا تھا۔ تماشائیوں میں ایک اور عورت بھی وہاں موجود تھی۔ اُس نے فوراً دیکھتے ہی کہا کہ واہ واہ یہ تصویر تو ہمارے سابق پریذیڈنٹ کی بن گئی۔ تب لنکن صاحب کی میم صاحبہ نے اپنے منہ سے نقاب اُٹھا کر اور تصویر ہاتھ میں لے کر کہا ہاں ٹھیک ان کی ہی تصویر درکار تھی۔ وہ جو دوسرے شخص کی ہے وہ میرے بڑے لڑکے کی ہے جو میرے خاوند کی وفات سے کچھ دنوں پیشتر مر گیا تھا۔ اس کے بعد مسز لنکن ہنسی خوشی اپنے خاوند کی تصویر لے کر اپنے گھر چلی گئیں۔

7- ڈاک وتار کی خبر دینے والا میڈیم۔ شہر نیویارک میں ماسٹر مینسفیلڈ اس قسم کی میڈیم ہیں کہ جو شخص چاہے اپنے عزیز مرحوم کے نام خط لکھ کر ڈاک میں ڈال دے وہ بغیر خط کھولے عالم ارواح سے جواب منگوا دیتے ہیں۔

8- مذکورہ بالا اقسام کے علاوہ ایک ایسی معمول بھی ہوتی ہیں کہ پردہ میں بیٹھے ہی بے

ہوش ہو جاتے ہیں۔ عالم ارواح سے روحیں آ کر اور میڈیم کے جسم سے اوڈایل (یہ ایک قسم کا نور ہوتا ہے جو ہر ذی حیات اور جمادات ونباتات کے جسم سے ہر وقت نکلتا رہتا ہے) جذب کر کے انسان کی شکل جیسی کہ اُن کی زندگی کی حالت میں صورت ہوائی ہے قبول کر کے حلقہ میں تمام لوگوں کے سامنے آ جاتی ہیں اور باتیں کرتی ہیں۔ لیکچر دیتی ہیں اور عجیب وغریب کرشمے دکھاتی ہیں۔

کرنل الکاٹ صاحب نے اس ہی قسم کے میڈیموں پر تجربہ اور تحقیقات کی تھی جس کا ذکر ہم آئندہ کریں گے۔

✪ ✪ ✪

باب 5

ایک مشہور معمول

امریکہ میں جب ابتداء میں روحوں کے متعلق علم کا چرچا شروع ہوا تھا تو وہاں تمام نامی اور چلتے ہوئے اخباروں نے اس کے متعلق تحقیقات شروع کی تھی۔ جہاں کہیں کسی میڈیم کا پتہ چلتا وہاں ہر ایک اخبار کا نامہ نگار جاتا۔ چنانچہ اُس وقت امریکہ کے رٹلینڈ شہر کے قریب چٹنڈن نامی قصبہ میں ایک خاندان رہتا تھا۔ اُس کے خاندان کے دو بھائی ہوریشیوایڈی اور ولیم ایڈی بڑے مشہور میڈیم تھے۔ یہ بنائی ہوئی (میڈیم تیار کرنے کا طریق ہم آگے لکھیں گے) میڈیم نہ تھے بلکہ انہیں یہ خاصیت خاندانی تھی۔ کیونکہ ان لوگوں کی والدہ میں روشن ضمیری اور پیشین گوئی کرنے کی طاقت تھی۔ وہ ماضی، حال و مستقبل سب کا حال بتا سکتی تھی۔ اس کو عالم ارواح کے باشندے بھی نظر آتے تھے بلکہ اُس کا دعویٰ تھا کہ وہ مجھ سے باتیں کرتے ہیں اور معمولی ہمسایوں کی طرح ملتے جلتے ہیں۔

صرف یہ نہیں بلکہ آنے والی مصیبتوں اور آنے والی خوشیوں کی خبریں بھی دے جاتے تھے۔ ہوریشیو اور ولیم کی نانی میں بھی یہ خاصیت تھی بلکہ اُن کی پرنانی کو 1692ء میں ولایت کے مقام سلیم میں ڈائن اور افسون گر ہونے کی علمیت اور شبہ میں قتل کا حکم مل چکا تھا مگر اُس کے مددگاروں نے جیل خانہ سے بھگا دیا تھا اور اسکاٹلینڈ میں چلی گئی تھی۔

ان لڑکوں کا باپ تنگدل، متعصب اور نیم تعلیم یافتہ شخص تھا۔ اس لیے اُس کی بی بی نے شادی ہونے کے کچھ عرصہ تک اپنی ان روحانی قوتوں کو چھپائے رکھا بلکہ یوں کہو کہ اُن کی یاد بھی بھلا دی لیکن جب ہی کہ اُس کے پہلوٹا بچہ پیدا ہوا تو وہ طاقتیں پیشتر سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ نمایاں ہوئیں اور تادم مرگ مصیبت کا باعث رہیں۔

ابتدا میں تو مسٹر ایڈی (لڑکوں کے والد) نے اپنی بی بی کے ان عجیب کرشموں کی کچھ پروا نہ کی بلکہ مضحکہ اُڑاتا رہا اور کہتا رہا کہ یہ شیطانی کام ہیں ان کا اظہار کرنا بہتر نہیں ہے۔ پھر جب اُن کرشموں نے ترقی پکڑی تو دعا وغیرہ کی پناہ لی اور اپنی (بقول خود) بے دین بی بی اور بچوں میں سے شیطان نکالنا چاہا لیکن جب دعا اور مناجات وغیرہ سے کچھ کام نہ چلا تو مار پیٹ سے کام نکالنے کا سوچا۔ لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی اور روحانی کرشمے برابر ہوتے رہے۔

پہلوٹے بچہ کا مزاج تو باپ کا سا تھا لیکن باقی سب اپنی والدہ کی خو بو پر تھے اور انہیں بچپن میں ہی یہ حالتیں پیدا ہو جاتی تھیں۔ ان کے گہواروں میں ہی عجیب دغرب آوازیں سنائی دیتی تھیں جس کمرہ میں وہ ہوتے تھے وہاں مختلف لوگ انہیں پکارتے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ گھنٹوں ارواحوں کے خوبصورت بچوں کے ساتھ کھیلا کرتے تھے جو اُن کو اور اُن کی ماں کو بھی نظر آتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ اپنے بستروں میں سو رہے تھے کہ کسی پوشیدہ طاقت نے اُن کے جسموں کو اُٹھا کر ہوا میں معلق کر دیا۔ لڑکوں کے باپ نے ہر چند کوشش کی اور دھمکیاں دیں مگر یہ باتیں ظہور میں آتی ہی رہیں۔ اُس نے گرد و نواح کے پادریوں کو جمع کیا کہ وہ لوگ دعا کریں اور اُس کے گھرانے کو اس بلا سے نجات دلائیں اور شیطان کو نکالیں۔ لیکن وہ نہ تو ان کی خوشامد سے باز آتا تھا، نہ دھمکی سے بلکہ جوں جوں وہ دعا مانگتے توں توں اُس کی شرارتیں اور زیادہ ہوتی جاتی ہیں۔ جب کچھ پیش

نہ جاتی تو وہ لڑکوں کو خوب مارتا کہ جن اُن کے جسم سے چلا جائے۔ چنانچہ اُن کے جسم پر بڑے بڑے نشان ان مار پیٹ کے باقی تھے۔ اُن کا باپ اپنی ناکامیابی دیکھ کر پاگل ہوا جاتا تھا۔

رفتہ رفتہ یہ نوبت پہنچی کہ روحیں مجسم ہو کر اُس کے سامنے آنے لگیں۔ اُن کو وہ مار پیٹ تو سکتا ہی نہ تھا۔ اس لیے کمرہ چھوڑ کر نکل بھاگتا تھا۔ لڑکے اسکول کو نہ جا سکتے تھے کیونکہ جہاں وہ کمرہ میں داخل ہوئے اور میزوں اور ڈیسکوں سے آوازیں آنی شروع ہوئیں۔ اس لیے اُستاد ان کو نکال دیتے تھے اور ہم جماعت اُن پر تالیاں بجاتے تھے اور طعن مارتے تھے۔

ایک رات جبکہ ہوریشیو کی عمر صرف چار سال کی تھی تو اُس کمرہ میں جہاں وہ معہ تین اور بچوں کے سو رہا تھا۔ ایک چھوٹا سا سفید اون والا جانور دفعتاً نمایاں ہوا۔ اُن کے بستروں پر کودنے لگا اور اُن کے منہ کے پاس منہ کر کے سونگھنے لگا۔ پھر ایک بڑا چمکیلا بادل بن گیا اور رفتہ رفتہ ایک انسان کی شکل ہو گیا۔ لڑکے یہ دیکھ کر چیخ مار اُٹھے اور جبکہ اُن کی ماں گھبرا کر شمع لائی تو وہ شکل غائب ہو گئی۔ غرض اس ہی طرح کئی سال تک اُس گھرانے پر آفت آتی رہی۔ اور اس سبب سے ہوریشیو اور ولیم کا مزاج تند و تیکھا و متشکی ہو گیا تھا۔ ہر شخص جس کے ساتھ ایسے سلوک ہوں ایسا ہی ہو جائے گا۔

اُن کی ماں کی مصیبت اُن کے باپ کے مرنے پر بھی ختم نہ ہوئی بلکہ قبر تک ساتھ گئی۔ یہ بات اُس نے بطور پیشین گوئی کئی برس پیشتر کہہ دی تھی اور ویسا ہی ہوا۔ یعنی جب وہ مری تو یہ ارادہ تھا کہ اُس کو وہ لوگ دفن کریں جو علم روحانی میں عقیدہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ دو چار شخصوں نے وعدہ بھی کیا لیکن وہ نہ آ سکے اُس کے جنازے اٹھانے کو اُس کے خاوند کے صرف دو پادری دوست آئے۔ قبرستان میں پہنچ کر جس وقت لاش قبر میں

اُتار رہے تھے تو ان دونوں میں ایک مقدمہ کی بابت جو عدالت میں دائر تھا توں توں میں میں ہو پڑی اور ایک دوسرے پر کو جھپٹا اور رسی چھوڑ دی۔ لاش کفن سے نکل کر لوٹتی پوٹتی قبر میں جا پڑی۔

ایک مرتبہ ولیم بے ہوش ہو گیا تو اُس کے باپ نے نوچنے کاٹنے کے علاوہ اُس کے سر پر کھولتا ہوا پانی ڈال دیا اور جب اس پر بھی ولیم کو ہوش نہ ہوا تو سر پر سرخ کوئلہ رکھ دیا۔ اس بے رحمی سے اور تو کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ہاں اُس کے سر پر ایک زخم بن گیا جو قبر تک اُس کے ساتھ گیا۔

ان لڑکوں کا باپ باوجودیکہ ایسا دیندار بنتا تھا مگر جب روحانی تماشا کرنے والوں نے ان دونوں بھائیوں کو کرایہ پر مانگا تو فوراً دے دیا۔ اُس وقت کی ایسی کمپنیاں قائم ہو گئی تھیں جو میڈیم کے تماشہ کرتی پھرتی تھیں اور روپیہ کماتی تھیں۔ کمپنی والے ان لڑکوں کو دیس بدیس اور ملک بملک لیے پھرے۔ چونکہ ان کے کرشمے نہایت ہی عجیب وغریب اور سمجھ میں نہ آنے والے ہوتے تھے۔ اس لیے بڑے بڑے ہوشیار لوگ جن کو چالاکی وغیرہ کا شبہ ہوتا تھا۔ قسم قسم کی ترکیبیں اور پیش بندیاں کرتے تھے کہ ان کا فریب پکڑا جائے۔ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لیے کوئی بات اُٹھا نہ رکھتے تھے۔

اول ہم اپنے ناظرین کو یہ سمجھا دیں کہ ان کے ذریعہ کس طرح تماشہ کیا جاتا تھا۔ الماری کی قسم کا لکڑی کے تختوں کا ایک کمرہ بنا ہوا ہوتا ہے۔ یہ ایسا ہوتا ہے کہ اسے جہاں چاہو اُٹھا کر لے جاؤ۔ یہ اُس کی تصویر ہے۔ اس کے اندر ایک تپائی رکھی ہوتی ہے۔ میڈیم بیٹھ جاتا ہے اور باہر سے کیواڑیں بند کر دی جاتی ہیں۔ اکثر میڈیم کے ہاتھ پیر ایسے باندھ دیئے جاتے ہیں کہ جنبش نہ کر سکے۔ اُس کے بعد چراغ گل کر دیا جاتا ہے۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد اُس کمرہ سے قسم قسم کے باجوں کی آوازیں آنے لگتی ہیں۔ روحیں

ہاتھ وپیر نکالتی ہیں۔ سامنے کے چبوترہ پر آ کھڑی ہوتی ہیں اور بات چیت کرتی اور کرشمے دکھاتی ہیں۔ ان دونوں بھائیوں کو جس جس بے رحمی سے مختلف شہر میں لوگوں نے باندھا تھا تاکہ فریب نہ کر سکیں۔ اُس کی تھوڑی سی تصویریں ذیل میں درج ذیل ہیں۔

المختصر نیویارک کے مشہور اخبار نیویارک سن کے مالک نے کرنل کو ان ہی لڑکوں کے کرشموں کی تحقیقات کو بھیجا تھا۔ جہاں سے آگے جو کچھ لکھا جائے گا وہ کرنل صاحب کی کتاب کا ترجمہ ہے۔ اس میں جہاں کہیں متکلم کا صیغہ آئے کرنل صاحب سے مراد لینا چاہیے۔

✪ ✪ ✪

باب 6

خاندان ایڈی کا میڈیم پن اور کرشمے

کرنل صاحب لکھتے ہیں کہ "اگر ہم ان معمولوں کے کنبہ کا یقین کریں تو اس میں ذرا بھی مبالغہ نہیں کہ یورپین نسلوں کی تاریخ میں ان سے عجیب میڈیم کوئی نہیں ہوا۔ ممکن ہے کہ چین اور ہندوستان اور مصر کی اقوام میں ایسے کرشمے وقوع میں آئے ہوں۔

ان میڈیموں میں میڈم پن کی ہر قسم موجود ہے۔ مثلاً کرنا' رکھی ہوئی چیزوں کو درہم برہم کرنا' روحانی حالت میں تصویریں بنانا (کاغذ کا ٹکڑا ہاتھوں کے بیچ میں دے دیا جاتا ہے اور بلا سامان اوزار ورنگ وغیرہ کے تصویر ایک لحہ میں کاغذ پر خودبخود ہو جاتی ہے)' مختلف زبانوں کا بولنا' مریضوں کو آرام کرنا' اشیاء کا ہوا میں معلق کرنا' جانداروں کا بلاسہارے زمین سے اُٹھ جانا' بلا جانے والے باجوں کا بجنا' کمرہ کے دروازہ سے صرف ہاتھ یا سروں کا نکلنا' کاغذوں پر جو ہوا میں خودبخود معلق ہوں روحانی ہاتھوں کی پنسل سے لکھنا' دور سے لوگوں کے حالات اُن کے خط وغیرہ سے بتانا' دور کی باتیں سننا' روحوں کی آوازیں سننا اور سب سے زیادہ عجیب وغریب کرشمہ یعنی ارواح کا سب کے روبرو مجسم آ جانا' گفتگو کرنا اور مس کرنے دینا وغیرہ وغیر۔ لارڈونریون کے اس بیان پر کہ مسٹر ہوم ایک مرتبہ تیسری منزل کے مکان کی کھڑکی سے اُڑ کر دوسرے مکان میں چلے گئے۔ یورپ میں بڑا چرچا پھیلا تھا لیکن یہ بات سن کر لوگوں کو کیسا تعجب ہوگا کہ موسم گرما میں اک شب

جبکہ ہوریشیو صرف چھ سال کا تھا۔ روحیں اُس کو اُس کے مکان سے تین میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑ کی چوٹی پر اُڑا کر رکھ آئیں۔ دوسرے دن بڑی مشکل سے وہ اپنے گھر آیا۔

ہوریشیو کا بڑھا بھائی ویبسٹر جو جوان آدمی تھا۔ اُس کو تین آدمیوں کے سامنے اُس کے مکان کی کھڑکی سے روحوں نے اڑا کر مکان کی چھت پر جا رکھا اور پھر وہاں سے اُٹھا کر پاؤ میل کے فاصلہ پر ایک غار میں اُتار دیا۔ ولیم کو ایک مرتبہ روحین اُڑا کر ایک فاصلہ پر بن مین لے گئیں اور وہاں دو تین دن تک بے ہوش پڑا رہا اور پھر خود ہی پہنچا گئیں۔

ہوریشیو کو جبکہ وہ تماشہ کرنے والوں کے پاس تھا تو وہ شہر بفلو مین متواتر 26 دن تک معہ اُس کی کرسی کے جس پر وہ بندھا ہوا تھا۔ زمین سے اُٹھا کر لیمپ لٹکانے کے کڑے میں جو چھت میں لگا ہوا تھا' روحیں لٹکا دیا کرتی تھی اور خود ہی اُتار دیا کرتی تھیں۔ ان کی بہن میری ایڈی کو شہر نیویارک کے ہوپ نامی گرجا میں روحوں نے اس قدر اونچا اُٹھا دیا تھا کہ اُس نے چھت میں جا کر اپنا نام لکھ دیا تھا۔ اس ہی عورت کا پانچ سالہ لڑکا متواتر کئی روز تک تاریک حلقوں میں (جب روحیں بلانے کو بیٹھتی ہیں تو اُس کو دائرہ یا حلقہ کہتے ہیں اور وہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ تاریک اور روشنی کا) روحوں نے زمین سے اُلٹا اُٹھا دیا اور وہ نیچے اُترنے کو روتا رہا۔ اس ہی طرح ان کے ایک ہمسایہ کا لڑکا بھی ہوا میں معلق ہو گیا تھا۔

ایڈی براورس کو ہی نہیں بلکہ صدہا مستند واقعات موجود ہیں جنہیں انسانوں کی ارواح نے ہوا میں معلق کر دیا ہے۔ چٹنڈن قصبہ کے قریب اس خاندان کے دو تفریح کے مقام ہیں۔ ایک ہنٹو کا غار اور دوسرا اسینٹم کی قبر مشہور ہیں۔ ایک مرتبہ رات کے وقت چاندنی خوب چمک رہی تھی کہ سب لوگوں کی جو اُس وقت میڈیموں کے مکان پر مقیم تھے۔ یہ صلاح ہوئی کہ آج حلقہ وہاں بیٹھے۔ سب وہاں گئے اور پتھروں پر تختے رکھ کر بنچیں بنا کر بیٹھے۔ تین لکڑیوں پر کپڑا وغیرہ تان کر میڈیم کے لیے کمرہ بھی بنا دیا۔ سب لوگ تھوڑی ہی دیر بیٹھے ہوں گے کہ دفعتاً امریکہ ملک کے قدیم باشندہ کی روح جن کو وہاں انڈین

کہتے ہیں۔ ہتیار بند کمرہ کا پردہ ہٹا کر نکل آئی اور چشمہ کی طرف جو قریب ہی تھا چل
دی۔ اور وہاں جا کر جھک کر لبوں سے پانی پینے لگی۔ سب چپ چاپ یہ نظارہ دیکھ ہی
رہے تھے کہ کسی نے مجمع میں سے کہا ''ارے اوپر کو چٹان پر کو دیکھو'' دیکھتے کیا ہیں کہ سنیٹم
نہایت طول طویل قد سے روحانی جسم میں چاندنی میں کھڑی ہے۔ فوراً ہی وہاں اُس ہی
قوم کی تیسری شکل نظر آئی جو ہماری طرف جھکی ہوئی دیکھتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ پس تین
روحانی شکلیں نظر آنے لگیں اور سب کی نظروں کے سامنے دیکھتے دیکھتے غائب ہوگئیں۔
اُس کے بعد متواتر کبھی ہنو کبھی اُس کی قوم کا کوئی اور سردار سر میں پر لگائے اور گھونگے
وغیرہ پہنے نظر آئے۔ اس تمام عرصہ میں ولیم کمرہ میں سے برابر سامعین سے باتیں کرتا رہا
اور سب سنتے اور جواب دیتے رہے۔

تھوڑی دیر بعد ایک روح نے کہا کہ اگر تم لوگ انڈین لوگوں کی پرانی فوجی خیمہ گاہ
کے میدان میں جاؤ تو تم کو عجیب وغریب کرشمے دکھائے جائیں۔ یہ مقام ولیم کے گھر
سے تھوڑی ہی دور پر تھا۔ یہاں پر امریکہ کے قدیم باشندوں کے سردار دعوتیں وغیرہ کیا
کرتے تھے اور اس ہی مقام پر سنیٹم کی قبر تھی۔ اُس کی قبر پر ایک پتھر کھڑا کر کے صلیب
کی تصویر ہوریشیو نے اپنے ہاتھ سے بنا دی تھی۔ ولیم وہوریشیو کی ماں اور سنیٹم کی قبروں
کی تصویریں ذیل میں درج ذیل ہیں۔ یہ تمام تصویریں ہم نے اصلی تصویروں سے نقل کی
ہیں۔

فوراً ہمارے ساتھی جو کرشموں کے بھوکے تھے۔ اُس مقام پر پہنچے اور تین درختوں
میں شال وغیرہ تان کر کمرہ تیار کر دیا اور ولیم اُس میں جا بیٹھا

تھوڑی ہی دیر بعد ایک عورت کی روح کمرہ سے باہر نکلی۔ اس عورت کے موجودہ
اشخاص میں سے جبکہ وہ زندہ تھی، کئی شخص جانتے تھے۔ اُس نے باہر نکل کر ایک وسیع
مضمون پر تقریباً پندرہ منٹ تک نہایت فصاحت سے جانداروں کی آواز سے لیکچر دیا۔ اُس

کی شکل چاندنی میں صاف معلوم ہوتی تھی۔ اس کے چلے جانے کے بعد ایک اور عورت
کی روح نکلی اور کمرہ سے بیس فیٹ کے فاصلہ تک آگے کو بڑھی۔ پھر ایک امریکہ کے
قدیم باشندہ کی روح نکلی اور وہ بھی اس ہی قدر فاصلہ تک میڈیم کے کمرہ سے علیحدہ گئی۔
اور پھر اُچک کر ایک درخت کی شاخ میں لٹک گئی اور غائب ہوگئی۔

اختتام حلقہ پر مسٹر ولیم وائٹ کی روح نمایاں ہوئی۔ یہ شخص امریکہ کے مشہور اخبار
بینر آف لائیٹ کا اڈیٹر تھا۔ یہ اخبار علوم روحانی میں اعتقاد رکھنے والوں کے لیے مضامین
لکھتا تھا۔ مسٹر ولیم وائٹ کی روح سیاہ بانات کا کوٹ اور سفید قمیص پہنے ہوئے تھی اور اس
کے بٹن چاندنی میں چمکتے تھے۔ ولیم ایڈی یعنی میڈیم صرف اپنے روزمرہ کے کاروبار کے
کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ اُس کے کرتے میں کالر یعنی گلا اور کف وغیرہ کچھ نہ لگے ہوئے
تھے۔ اس روح کے ہاتھ میں اُس اخبار کا ایک پرچہ بھی تھا۔ اُس نے تمام لوگوں کو کھول
کر دکھایا اور سب نے اچھی طرح پہچان لیا۔ دوسرے دن صبح کو ہمارے دو ساتھی اُس
مقام پر گئے جہاں رات کو روحیں دکھائی دیں تھیں تا کہ اگر یہ کام کسی انسان کا ہوگا تو ضرور
اُس کے پیر کے نقش زمین پر موجود ہوں گے مگر وہاں کچھ بھی پتہ نہ لگا۔

☆ ☆ ☆

باب 7

مذکورہ بالا کرشموں کی نظریاتی اور مشاہدات

اگر کوئی پورا مصور اُن تمام مشاہدات کو جو ایڈی برلوس کے توسل سے ظہور میں آئے ہیں تصویر کھینچ کر کسی کتاب میں دکھاتا تو ایک نہایت ہی عجیب وغریب اور ناقابل یقین کتاب تیار ہوتی۔ ہر دوراندیش شخص کو ان واقعات کو پڑھ کر جب تک وہ صبر اور استقلال سے خود تجربہ نہ کرے یقین آنا مشکل ہے۔ لیکن ہم یہ واقعات جو لفظاً صحیح ہیں۔ اس لیے پیش کرتے ہیں کہ ہمارے ناظرین کو یہ معلوم ہو جائے کہ جن باتوں کو ہم نے نئی روشنی کی چمک اور نئی تعلیم کے اثر سے ڈھکوسلا کہنا اور اُن پر یقین کرنا شروع کر دیا تھا۔ اب اُس ہی قوم نے جس نے نئی روشنی سے ہمارے دیسی بھائیوں کی آنکھوں میں چکاچوند پھیلائی تھی اور نئی تعلیم دے کر اپنے بزرگوں کو جن کا مذکورہ بالا امور میں پورا یقین اعتقاد تھا۔ احمق اور بیوقوف کہلوایا تھا۔ وہ ہی اُن باتوں کو مانتے ہیں بلکہ روزمرہ تجربہ میں لاتے ہیں۔

فی الحال ہم یہ مان لیتے ہیں کہ جو واقعات پیچھے بیان ہوئے اُن میں تم کو یقین ہے (اور ہم ضرور یقین دلا کر چھوڑیں گے بشرطیکہ تم استقلال سے ہماری تحریر کو اختتام تک پڑھ جاؤ) تو فطرتاً یہ سوال ہر شخص کو پیدا ہوتا ہے کہ ان طاقتوں سے میڈیم کو کیا نفع ہوتا ہے؟ فرض کرو کچھ نہیں۔ تو کیا یہ تھوڑا نفع ہے کہ دنیا کو بدیہی طور پر یہ ثبوت دیئے دیتے

ہیں کہ یہ کہنا کہ انسان مرنے کے بعد کچھ نہیں رہتا۔ ہر عنصر اپنے جسم میں جا ملتا ہے محض حماقت ہے۔ دہریوں کے دانت توڑنے کے لیے اس سے زیادہ اور کوئی عمدہ ہتھیار نہیں کہ ہماری بتائی ہوئی ترکیب سے روحیں بلا کر انہیں قائل کرو۔ پس مڈیم کی ذات کو کچھ فائدہ ہو یا نہ اُن کے ذریعہ تمام بنی انسان کو دہریہ پن سے بچنے کا موقع ملتا ہے اور نیک کام زمانہ دنیاوی زندگی میں کرنے کی نیک توفیق اور جرات پیدا ہوتی ہے۔

اگر ہمارے ناظرین میں سے کوئی ہماری تحریر کو بکواس اور واہیات سمجھ کر توجہ نہ دے تو ہم کو ایسے شخص کی حالت پر غصہ نہیں بلکہ رحم آتا ہے۔ کیونکہ وہ عقبیٰ کا فائدہ حاصل کرنے کے لیے ایک ہفتہ بلکہ اکثر اوقات اس سے بھی کم عرصہ کے لیے تکلیف برداشت کرنے اور ہماری ہدایتوں کی بموجب عمل کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا اور ہمیشہ کی مصیبت میں پڑنا اور کف افسوس ملنا اور پشیمان ہونا پسند اور قبول کرتا ہے۔

ابتداء عمر میں ہمارا خود خیال منکرانہ اور دہریوں کا سا تھا۔ مقدس کتابوں کے معجزات اور بزرگوں کی کرامات اور خرق عادات میں کسی ڈھب اعتقاد نہ ہوتا تھا۔ ہمیں یہ امر قبول کر لینا منظور تھا کہ گدھے کے سینگ ہوتے ہیں لیکن مذکورہ بالا باتیں قبول کرانا سخت دشوار تھا۔ ہم نے صدہا ایسے لوگوں سے بحث کی ہے جو شیطان کے شخصی وجود کے قطعی قائل نہیں لیکن جب اُن کو اس قسم کا عملی ثبوت دیا گیا تو اُنہوں نے بے ساختہ کہہ دیا کہ یہ سب کام حضرت شیطان کی مدد سے ہوتے ہیں۔ معلوم نہیں اُس وقت حضرت شیطان اُن کی مدد کو کہاں سے آ جاتے ہیں اور وہ اپنے دشمن کی مدد سے ہم سے کیوں پیچھا چھوڑاتے ہیں۔

بعض کوتہ اندیش جو بڑے واقفکار بنتے ہیں کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ سب کام قوت کہربائی اور بجلی سے ہوتے ہیں لیکن اُن کو یہ معلوم نہیں کہ ان علوم کے موجدوں نے کیا اقرار کیا ہے۔ پروفیسر ہیر' مسٹر والے اور مسٹر کروکیز نے صاف طور پر کہا ہے کہ بجلی وغیرہ

کی قوت سے کام کبھی نہیں ہو سکتے۔ لنڈن کی ڈائیلیکٹیکل سوسائٹی جس نے ان کرشموں کی
تحقیقات کے لیے کمیٹی بٹھائی تھی صاف لکھا ہے کہ ”کوئی فلسفانہ جواب اب تک معلوم
نہیں ہوا۔“ اس ہی سوسائٹی کی دوسری کمیٹی نے یہ اقرار بھی کیا ہے کہ یہ کام مقناطیس
حیوانی سے بھی نہیں ہو سکتے۔ پس ایسے معترضوں اور منکروں کو آخرکار ہماری ہی آغوش
میں پناہ لینی ہوگی۔

ہندوستان کی موجودہ نسل ان امور میں اس لیے بھی یقین کرنے میں تجاہل عارفانہ
کرتی ہیں کہ اُن کی شہرت میں فرق آ جائے گا۔ لیکن وہ کبھی اس بات پر غور نہیں کرتے
کہ اُن کے بزرگوں کی شہرت بے انتہا زیادہ ہو جائے گی۔ افسوس کہ اولاد کو اپنی ناموری
کے مقابلہ میں بزرگوں کی ناموری قربان کرنا منظور ہے۔

ہم فخریہ کہتے ہیں کہ ہمارے بزرگ ان تمام باتوں سے واقف ہی نہیں بلکہ اُن کے
موجد تھے۔ ہنود کے وید، ویران، بھگوت گیتا، رامائن۔ اہل چین کی کافیوشش کی تحریریں۔
قرآن مجید۔ اہل روما اور یونان کے حکما کے کلام۔ مصریوں کی کتابیں۔ ایرانیوں کے زیند
اوستھا۔ یہودیوں کے اہل قبالہ اور سب سے بعد عیسائیوں کی انجیل پکار پکار کر کہہ رہی ہیں
کہ نیک وبدروحوں کے وجود میں ہر زمانہ کے لوگوں کو اعتقاد تھا۔

ایڈی برادر روحوں کی رات کے وقت پکارتے ہوئے سنتے تھے بلکہ ہم نے خود حلقہ
کے کمرہ میں روحوں کو گاتے، سرگوشی کرتے۔

اپنی روحانی زندگی پر لیکچر دیتے سنا ہے۔ درحقیقت یہ عجیب وغریب باتیں ہیں اور ان
میں یقین کرنا دشوار معلوم ہوتا ہے لیکن اب یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ہزاروں واقف ہیں
اور ہماری کتاب سے ہزاروں واقف ہو جائیں گے۔

ہیرڈوٹس مشہور مورخ نے مصر کے ایک بادشاہ کا تذکرہ لکھا ہے کہ وہ مرنے کے کچھ
دنوں بعد روحانی جسم سے اپنی رعایا کو نظر آیا تھا اور اُس نے اُن سے باتیں کی تھیں۔ مصر

کے مقام تھبس میں دو سنگین مورتیں پُرانے زمانہ کی بنی ہوئی اب تک موجود ہیں۔ پیشتر
جب صبح کے وقت سورج کی اول کرن ان پر پڑتی تھی تو اُن مورتوں میں سے قسم قسم کے
باجوں کی آواز نکلا کرتی تھی۔ وہی مورخ لکھتا ہے کہ یہ سب ارواح کا کام تھا۔ غرض ہم
اس قسم کے واقعات لکھتے لکھتے ایک کتاب تیار کر سکتے ہیں۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ یہ دو
تصویریں مصر کے اٹھارویں خاندان کے شاہ نے حضرت مسیح سے بہت عرصہ قبل تیار کی
تھیں۔ ان کی ایک صفت یہ تھی کہ سورج نکلنے کے وقت اول کرن پڑنے سے پیشتر دونوں
مورتوں میں باجا بجانے کی آواز آتی تھی۔ انگریزوں نے ہزاروں کوششیں کیں کہ ان کی
اصلیت معلوم کریں لیکن کچھ معلوم نہیں ہوئی۔ مسیح سے 70 سال قبل ان کا کچھ حصہ گر گیا
تھا جو دوبارہ مرمت ہو گیا لیکن وہ بات نہیں رہی۔ اب ان تصویروں کی موجودہ حالت یہ
ہے جو تصویر سے ظاہر ہے۔ ناک، کان، منہ، ہاتھ سب شکستہ ہو گئے ہیں۔ یہ بیٹھی ہوئی
مورتیں بھی پچاس فیٹ بلند ہیں۔

ولیم ایڈی کے کرشمے عجیب وغریب قسم کے ہیں کہ جس قدر ہم غور کرتے ہیں۔ اُس
ہی قدر قدیم زمانہ کے قصص میں ہم کو اعتقاد بڑھتا جاتا ہے۔ یہ ہی نہیں کہ اُن کے روبرو
انسان ہی کی ارواح مجسم ہو کر آتی ہوں اور بات چیت کرتی ہوں بلکہ بے زبان جانوروں
کی ارواح بھی مثلی قدیم زمانہ کے بالام کے گدھے کی طرح بولتی تھیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ
اتفاقیہ اُن کے گھر کی پلی ہوئی بطخ جس کو راج ہنس کہتے ہیں۔ اُن کے ہاتھ سے ماری گئی
کیونکہ وہ بیٹھنے کے کمرہ کے پاس آ کر شور مچایا کرتی تھی۔ مارے جانے کے بعد اکثر
رات کے وقت اس بطخ کی روح کھڑکی کے نیچے آ کر چلایا کرتی تھی۔ ”اے میرے خدا
میرے بچوں کی جان پر رحم کر۔“ اور کبھی کہتی۔ ”میں کیا کروں۔“ اور بعض وقت کہ اُٹھتی۔
”قتل قتل۔“ اس قصہ کو بیان کرتے وقت خود ہوریشیو ایڈی نے کہا کہ مجھے یقین نہیں ہے
کہ جانور نے مرنے کے بعد گویائی حاصل کر لی ہو اور ایک دیندار کی طرح بولتی ہو بلکہ

ممکن ہے ڈکس نامی ایک مسخرے کی روح یہ مذاق کرتی ہو۔ ولیم اور بہت سے ان کے ہمسایوں نے اس بات کی تصدیق کی تھی کہ اس قسم کی آوازیں ایک ہی بار نہیں بلکہ صدہا بار سنیں تھیں۔

واقعی بات یہ ہے کہ اور مذاہب تو کچھ نہ کچھ کسی نہ کسی شکل میں ان باتوں میں یقین کرتے بھی ہیں مگر دہریوں کی یہ باتیں دیکھ کر بُری حالت ہوتی ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ مسٹر ٹندل دہریوں کے گرو گھنٹال نے بھی کبھی ان معاملات کے دیکھنے کی جرات نہ ہوئی ہوگی۔ اگر کبھی کسی حلقہ میں پہنچ جائے تو دہریہ پن طاق میں رکھا جاتا۔ ایک مرتبہ اس قسم کے تین شخص جن میں ایک وکیل صاحب تھے۔ دوسرے صناع تھے اور تیسرے موجد ہمارے حلقہ میں بیٹھے یہ تینوں شخص پکے دہریہ تھے۔ ذرا چھیڑ دو تو دلیلوں کے پل باندھ دیں۔ اس اطمینان سے دہریہ پن پر گفتگو کو آمادہ ہو جاتے تھے گویا فطرت نے جس وقت دنیا بنائی تھی تو یہ بھی موجود تھے۔ اگر انہیں یہ معلوم ہوتا کہ فلاں شخص کا اعتقاد روح وغیرہ کی ہستی میں ہے تو ان کو سخت ناگوار ہوتا۔ گویا ان کے کسی نے گالی دی۔ غرض شامت اعمال سے یہ تینوں شخص کئی روز متواتر حلقوں میں بیٹھے۔ اس عرصہ میں انہوں نے اپنی آنکھوں سے صدہا روحوں کے مجسم ہو کر سامنے آتے اور بالکل زندہ انسان کی سی آواز سے باتیں کرتے دیکھا۔ جس وقت اس قسم کے واقعات اُن کے روبرو ہوئے تھے تو ان کے چہرے فق ہو جاتے تھے، وحشت سی برسنے لگتی تھی۔ اُن کے منہ دیکھ کر اور گھبراہٹ معلوم کر کے ہنسی آتی تھی۔ وجہ یہ تھی کہ سالہا سال کی نکتہ چینی کے لنگر میں بندھے ہوئے تھے۔ اب اُن کو ایک نئے خیال کا سمندر نظر پڑا جس میں اُن کو جانا سخت دشوار معلوم ہوتا تھا۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ اُن کو اس سمندر میں کیا پیش آئے گا۔ اس لیے اُن کے خیال کی شکستہ کشتیاں ٹکرا ٹکرا کر تباہی کی حالت تک پہنچ جاتی تھیں۔ ان میں سب سے زیادہ کٹر موحد صاحب تھے لیکن ان کے کئی مرحوم عزیز و اقارب ان کو حلقہ میں ملے اور

انہوں نے اُن سے باتیں کیں اور حالات دریافت کیے۔ غرض یہ تو وہیں اپنے سابق عقیدہ سے توبہ کر بیٹھے۔ دوسرے وکیل صاحب یہ بڑے ذہین آدمی تھے۔ یہ دہریہ پن سے پھر گئے بلکہ کل مذاہب کے لوگوں کو اس خیال کا وعظ کرنے لگے۔ صناع صاحب نے ابھی اپنے دل میں فیصلہ نہیں کیا ہے کہ کیا کریں۔ کچھ فیصلہ کریں لیکن یہ یقینی بات ہے کہ اُن کا عقیدہ دہریہ پن سے اُکھڑ گیا۔

اس بات پر ہم کو سخت تعجب ہے کہ دہریہ ہی نہیں بلکہ مذہب عیسوی والے بھی اس کی مخالفت پر آمادہ ہیں۔ ہمارے نزدیک وہ یہ خیال نہیں کرتے کہ جس شاخ پر وہ بیٹھے ہیں اُس پر تیر چلاتے ہیں۔ اگر یہ بات نہیں ہے تو بتائیں کہ اُن کے پاس دہریوں سے پیچھا چھڑانے کے لیے کون سی تدبیر ہے۔ ان کے سامنے دلیل تو عیسائیوں کی پیش ہی نہیں جاتی وہ ظاہری تجربہ کا ثبوت طلب کرتے ہیں۔ پس اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہوگا کہ اُن کو کہا دیا جائے کہ دیکھو مردوں کی ارواح آتی ہیں، باتیں کرتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ مذہب عیسوی کے ابتدائی زمانہ میں علی العموم ارواح سے امداد لینے کا دستور تھا اور سب لوگ اعتقاد رکھتے تھے۔ کیتھولک عیسائی اب تک ارواح میں عقیدہ رکھتے ہیں۔

مذہب والوں کے سوا ایک اور فرقہ سائنٹسٹ لوگوں کا بھی ہے جو اس علم سے مخالفت رکھتا ہے۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ روحیں نہیں ہیں جو سامنے آتی ہیں اور باتیں کرتی ہیں بلکہ یہ بھی مادی چیزیں ہیں اور خلا میں جو نہایت باریک ذرہ ہیں یہ اُن سے بن جاتی ہیں۔ کچھ کہتے ہیں کہ ارواح کی کچھ اصلیت نہیں بلکہ حلقہ میں بیٹھنے والوں کے جملہ حواس معطل ہو جاتے ہیں اور اُن کو ایسا ہی معلوم ہونے لگتا ہے جس طرح مسمرزم کا عامل اپنے معمول کو جو چاہے دکھائے اور خیال کرائے اسی ہی طرح یہ بھی ہوتا ہے (دیکھو زندہ کرامات) لیکن یہ باتیں اُن لوگوں سے کہنے کی ہیں جو علم مسمرزم نہیں جانتے۔

روحوں کا نظر آنا دو قسم کا ہے۔ ایک تو تیز حس آدمیوں اور بیماروں کو۔ دوسرا ہر قسم

سے لوگوں کو۔ عورتیں علی العموم تیز حس ہوتی ہیں اور بیماری کی حالت میں مرد بھی تیز حس ہو جاتے ہیں۔ ایڈی کے خاندان میں دونوں قسم کے کرشمے ظہور میں آئے ہیں۔ وہ بھی جن میں روحیں قریب المرگ اور بیمار شخصوں کو نظر آئی ہیں اور وہ بھی جن میں تندرست لوگوں کو نظر آئی ہیں۔ اور ان روحوں کا نظر آنا اکثر کسی آنے والی مصیبت کی فال پر ثابت ہوئی ہے۔ روحیں مجسم ہو کر معتقد و منکر دونوں قسم کے لوگوں کو یکساں نظر آئی ہیں۔

ایک مرتبہ سردی کے موسم میں رات کے نو دس بجے جبکہ ایڈی کا کل کنبہ کھانا کھانے کے بعد سونے کی تیاری کر رہا تھا اور سب بچے بوڑھے بیٹھنے کے کمرہ میں بیٹھے تھے تب انہوں نے شمال کی جانب سے ایک بگھی کا گھڑگھڑاہٹ سڑک پہ سنا۔ چونکہ اُس شب برف پڑ رہی تھی۔ اس لیے بگھی کے پہیوں کی آواز آنا سب کو عجب معلوم ہوا اور سارا کنبہ دیکھنے کو دوڑا تو دیکھا کہ ایک پُرانے فیشن کی کھلی ہوئی چار پہیوں کی گاڑی جس میں دو سفید گھوڑے جتے ہوئے ہیں اور جن کے سر پر کلغیاں لگی ہوئی ہیں' تیزی کے ساتھ احاطہ میں آ کر کھڑی ہوگئی۔ جب مکان کے عقب دروازہ کو کھول کر دیکھا تو وہاں ایک صاحب بگھی کا ملازم کھڑا ہے۔ بگھی کے اندر ایک عورت بیٹھی ہوئی ہے (جو اپنی پوشاک اور وضع سے اسکاٹلینڈ کی رہنے والی معلوم ہوتی تھی) کوچ بکس پر کوچوان ایک بڑا لمبا کوٹ پہنے ہوئے بیٹھا ہے۔ گھوڑوں کے ساز کی ہر چیز صاف دکھائی دیتی تھی۔ حتیٰ کہ بگھی کے دلون پر جو کچھ نقش کاری ہو رہی تھی' چاندنی میں نظر آتی تھی۔

چونکہ ایڈی خاندان قصبہ میں رہتا تھا۔ اس لیے قصباتی پن کے حجاب سے کسی نے اُس عورت سے کچھ نہ دریافت کیا بلکہ اس بات کے منتظر رہے کہ وہ خود ہی کچھ فرمائے۔ کسی کو بھی کنبہ بھر میں اس امر کا شک نہ تھا کہ یہ اصلی گاڑی اور اس کے بیٹھنے والے اصلی انسان نہیں ہیں۔ حتیٰ کہ ہوریشیو اور ولیم کا متشکی باپ بھی اس لیے باہر نکل آیا کہ جو کچھ تازہ وار و بیگم حکم دے اُس کی تعمیل کرے۔

لیکن سب کے دیکھتے دیکھتے وہ گاڑی اور اُس کی سواریاں معدوم ہونا شروع ہوئیں۔ گاڑی کے کھڑے ہونے سے جو احاطہ کا جنگلہ وغیرہ نظر نہ آتا تھا۔ گاڑی کے وار پار نظر آنے لگا اور چند منٹ میں سب کچھ غائب ہو گیا اور دیکھنے والے ہچک رہ گئے۔ بوڑھے مسٹر ایڈی نے فوراً اپنی بی بی سے کہا کہ تم نے پھر اپنی شیطانی حرکتیں شروع کر دیں۔ لیکن وہ جانتی تھی کہ یہ کسی آنے والی مصیبت کی پیشین گوئی ہے۔ کوئی ضرور مرے گا۔ ہوریشیو اور ولیم جو اُس وقت خود ہی تھے۔ لالٹین لے کر سڑک اور احاطہ میں پہیوں کا نشان دیکھنے دوڑے لیکن اُن کی جستجو فضول ہوئی۔ وہ شکلیں بلا کسی نشان کے برف وغیرہ پر چھوڑنے کے غائب ہوگئی تھیں۔ اس وقوعہ سے دو ماہ بعد ولیم و ہوریشیو کی نانی مر گئی۔

ایک دن حلقہ میں ملنے ایک روح سے دریافت کیا کہ اُس رات گاڑی میں سوار ہو کر کون آیا تھا تو اُس نے کہا کہ ولیم کی ماں کے خاندان کی ایک عورت کی روح تھی جو اُس کی ماں کی موت کی خبر دینے آئی تھی۔ اُس کے بعد پھر ایک حلقہ میں خود مرحوم نے آ کر کہا کہ ہاں وہ میری ایک رشتہ دار بیگم تھی جو مجھے مطلع کرنے آئی تھی۔

اس خاندان میں ہر شخص کی وفات سے کچھ دنوں پیشتر روحیں مطلع کرتی رہتی تھیں۔ یہ خبریں ایسے وقتوں میں ملتی تھیں کہ جب کسی کی مرنے کا شبہ تک بھی نہ ہوتا تھا۔ ان لڑکوں کی ماں بہت بیمار رہ کر مری تھی۔ حالت بیماری میں اُس کے پاس روحیں آیا کرتی تھیں۔ جب لڑکے رات کے وقت کہ مجھے تنہائی پسند ہے۔ تم لوگ جا کر سو رہو علیحدہ کر دیا کرتی تھی لیکن وہ لوگ پہنچ کر دیکھتے تو اُن کو معلوم ہوتا کہ اُن کی مرحوم بہن میرینڈا مجسم شکل سے مریض کی ضروری خدمت میں مصروف ہے۔ لڑکوں نے اُسے یہی باتیں کرتے سنا۔ جب مریض کو کروٹ دلانے کی ضرورت ہوتی تو وہ لڑکی دیگر ارواح کی امداد سے کروٹ دلا دیتی۔

ایک مرتبہ جبکہ سارا کنبہ کھانا کھا رہا تھا۔ دروازہ میں سے گانے بجانے کی سریلی آواز

آنے لگی۔ جب باہر جا کر دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ گھر کے ایک گوشہ سے آواز آ رہی ہے۔ بینسری اور رباب بج رہا ہے لیکن جبکہ یہ لوگ اُس سمت کو بڑے تو آواز پیچھے کو ہٹتی گئی اور معدوم ہوگئی۔ ولیم کی ماں کی وفات سے ایک ہفتہ پیشتر خود ولیم کی نانی جس کی موت کی خبر دینے کو گاڑی میں بیٹھ کر خبر دینے روح آئی تھی۔ سارے کنبہ کو نظر آئی اور اُس کے ہاتھ میں سفید گلاب کے پھولوں کی ٹوکری تھی۔ اُس نے اُن سے کہا کہ تمہاری ماں عنقریب ''دریا پار'' جانے والی ہے اور میں دوسرے کنارے پر اُس کی منتظر ہوں تاکہ اُس کا خیرمقدم کروں۔ اس روح کی وضع قطع پوشاک سب ایسی تھی جیسی کہ وہ زمانہ حیات میں پہنتی تھی۔ چلتے وقت اُس روح نے ہوریشیو سے کہا کہ میں ایک مرتبہ سفر کو جاتے وقت فلاں کمرہ کی دیوار میں ایک سونے کے دانوں کی مالا ایک ناسدانی میں بند کر کے چھپا گئی تھی۔ تم اُس کو تلاش کر کے اپنی سب سے چھوٹی بہن کو میری طرف سے پہننے کو دے دینا۔ چنانچہ عرصہ تک اُس کی تلاش کی گئی اور ایک روز ہوریشیو نے پتہ بتائے ہوئے کمرہ کی دیوار میں ایک نہر کے پیچھے وہ مالا پائی۔ اُس مالا اور ناسدانی کی تصویر ہوبہو ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

اپنی ماں کی وفات کے دو تین روز پیشتر ہوریشیو مکان پر موجود نہ تھا۔ اس لیے اُسے خط بھیج کر بلانے کی ٹھیری۔ اُس کی چھوٹی بہن ڈیلیا نے اُسے بلانے کے لیے خط لکھا۔ خط کو میز پر چھوڑ کر لفافہ تلاش کرنے دوسرے کمرہ میں گئی۔ جب لفافہ لے کر واپس آئی تو کیا دیکھتی ہے کہ اُس خط کے آخر میں تھوڑا سا اُس کی مرحوم بہن میرینڈا نے بھی کچھ لکھ دیا ہے اور اپنے دستخط کر دیئے ہیں۔ آخر اُن کی ماں مرگئی اور تجہیز وتکفین سے فارغ ہونے کے بعد وہ اپنی بیٹی میرینڈا کو مجسم شکل میں نظر آئی اور اُس سے کہا کہ سیاہ کپڑا جو ماتم کے لیے لٹکا رکھا ہے۔ اُتار ڈالو کیونکہ یہ تو خوشی کا مقام ہے نہ کہ ماتم کرنے کا۔

میں خوب جانتا ہوں کہ وہ اس موقع پر کیسی معلوم ہوتی تھی کیونکہ میں نے اُسے اکثر

مرتبہ مجسم ہوئے دیکھا ہے اور اُس کو باتیں کرتے سنا ہے۔ یہ ذکر مفصل کسی آئندہ باب میں کیا جائے گا۔

مسٹر اون نے اپنی کتاب موسومہ ڈی بیٹ ایبل لینڈ کے صفحہ 328 و 329 پر لکھا ہے کہ روحانی بگھی گاڑیوں کے نظر آنے کے تین وقوعہ انگلستان اور امریکہ میں بھی سنے گئے ہیں لیکن وہ موت وغیرہ کی پیشین گوئی نہ کرتی تھیں۔ مسٹر کرووی صاحبہ نے اپنی کتاب نائیٹ سائیڈ آف نیچر کے صفحہ 413 پر لکھا ہے کہ مقام ہیوربل پر جو گاڑی مع ڈرائیور کے (اور اُس میں ایک عورت بندھی ہوئی) کے نظر آتی تھی وہ بھی پیشین گوئی اور بدشگونی نہ کرتی تھی۔

مقام اڈینسٹن کے قلعہ اور کیلروٹ کے درمیان بھوتوں کا ایک شہابہ نکلا کرتا تھا۔ یہ ایک مشہور ڈاکو کا گروہ تھا جس کی گاڑیوں اور گھوڑوں کی شور وغل سے تمام قرب وجوار میں غل مچ جاتا تھا' کتے بھونکنے لگتے تھے۔ ملک جرمنی میں ایک چرواہا معہ اپنے کتے کے بھیڑیوں کو ہنکاتا ہوا دکھائی دیا کرتا تھا۔

مذکورہ بالا مثالیں اس لیے پیش کی گئی ہیں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ صرف امریکہ یا ہندوستان یا کسی اور ملک پر ہی منحصر نہیں ہے۔ روحیں ہمیشہ سے ہر ملک میں نظر آتی رہی ہیں۔

✪ ✪ ✪

باب 8

گزشتہ باب سے بھی عجیب پیشین گوئیاں

مسٹر کولوج نے اپنی کتاب بایوگریفیا لٹریریا میں لکھا ہے کہ ایک محض جاہل لڑکی کی حالت میں بلاتکلف لاطانی' یونانی اور عبرانی زبانیں بولتی تھی۔ بعد کو معلوم ہوا کہ وہ عرصہ تک ایک عبرانی زبان کے عالم فاضل شخص کے پاس نوکر رہی تھی۔ مسٹر کولرج اس کرشمہ کا حل یوں کرتے ہیں کہ وہ لوح محفوظ میں سے جس کو تھیاصوفسٹ لوگ اسٹرل لایٹ اور اہل ہنود چتر گپت (یعنی مخفی تصاویر) کہتے ہیں پڑھ لیا کرتی تھی۔ اسٹرلایٹ ایک لطیف ترن مادہ ہے جس میں یہ قدرت ہے کہ انسان کے ہر فعل اور خیال کی تصویر جس طرح فوٹوگراف میں کھینچ جاتی ہے' کھینچ لیتی ہے۔ مسمریزم کے معمول اور سمادھی لگانے والوں کو ابتداء میں یہ روشنی اپنے دماغ میں معلوم ہوتی ہے لیکن درحقیقت یہ بذریعہ اندرونی بصارت کے خلاف میں نظر آتی ہے۔ یہ روشنی اسٹرل لایٹ کا نیچے کا درجہ ہے جب زیادہ یا ترقی ہو جاتی ہے تو یہ روشنی زیادہ صاف ہو جاتی ہے اور اُس میں پھر قسم قسم کی شکلیں نظر آنے لگتی ہیں۔ یہ شکلیں وہ ہوتی ہیں جو لوگوں کے خیال اور افعال سے بنتی ہیں۔

کچھ خاص یعنی مشینیں جن کے ذریعہ یہ حالت بہت جلد حاصل ہو جاتی ہے اور پھر رفتہ رفتہ ترقی کرنے سے عالم ارواح تک انسان پہنچ سکتا ہے۔ اہل اسلام کے یہاں جلالی عملوں کو پڑھتے وقت عامل گوشت وغیرہ کچھ نہیں کھاتا حتیٰ کہ اکثر اغذیہ سے پرہیز ہوتا ہے۔ صرف دودھ' چاول یا ایسی ہی اور زود ہضم اور نفیس غذا بنائی جاتی ہے۔ اس سے

مطلب یہ ہوتا ہے کہ عامل کے اندرونی حواس تیز ہو جائیں اور اُس کی قوت ارادی بڑھ جائے۔ پس اکثر عامل ایسے عملوں کو پڑھتے وقت اونگھ جانے کے عادی ہو جاتے ہیں اور اس طرح اُن میں میڈیم پن پیدا ہو جاتا ہے اور اُن کو اسٹرل لایٹ کی خوفناک اور قسم قسم کی شکلیں نظر آنے لگتی ہیں اور خوف کھا جانے سے دماغ کے نروس سسٹم یعنی نظام عصبی میں فرق آ جاتا ہے اور پاگل ہو جاتے ہیں۔ پھر حصار وغیرہ یعنی ایک گول دائرہ جو بغرض حفاظت اپنے گرد کھینچ لیا جاتا ہے کچھ کارگر نہیں ہوتا۔

جو شخص علم مسمرزم سے واقف ہو اور جس نے ہماری کتاب زندہ کرامات جو اس علم پر لکھی گئی ہے دیکھی ہو وہ ہرگز ان خطروں کے قابو کا نہیں رہتا۔ اُس کو حصار کھینچنے کی اصلی ترکیب معلوم ہو جاتی ہے اور وہ دیو جنوں کے لیے درحقیقت ایک مضبوط قلعہ اپنی اُنگلی کے نشان سے بنا سکتا ہے اور وہ کبھی کسی عمل میں ناکامیاب نہیں ہو سکتا۔

الختصر عام طور پر پیشین گوئیاں اسٹرل لایٹ میں دیکھ کر کی جاتی ہیں۔ بعض لوگ اس بات سے واقف ہوتے ہیں کہ ان کا مخرج کیا ہے اور بعض یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ ہم میں کرامات ہیں۔ شمالی ہند میں امرتسر کے قریب ایک بڑا بھاری میڈیم موجود ہے۔ ابتداء عمر میں اُس نے صوفیوں کے طریقہ سے مجاہدہ وغیرہ کیا ہے اور بوجہ عدم واقفیت اُس میں معمول پن پیدا ہو گیا۔ اُس کو اسٹرل لایٹ میں قسم قسم کی چیزیں نظر آنے لگیں۔ اُن اشکال کو وہ فرشتے وغیرہ کے نام سے تعبیر کرتا ہے اور اس کو وحی خیال کر کے قسم قسم کی پیشین گوئیاں کرتا ہے جنھیں غلطی ہونے کا بہت کچھ امکان ہے۔ اگر وہ میڈیم نہیں ہے تو ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ وہ اپنے کرشمے دکھانے کے لیے ایک دن مقرر کرے بلکہ وہ اس سبب سے اُس کو اُن کے واقع ہونے پر قابو نہیں۔ (یہ ہی میڈیم پن کی شناخت ہے) ایک غیر محدود زمانہ مقرر کرتا ہے۔ اس خیال سے کہ اس عرصہ میں ضرور کبھی نہ کبھی اُس پر وہ حالت طاری ہو جائے گی اور اُس وقت کہہ دوں گا کہ یہی میرا معجزہ ہے۔ ہمارا خیال

ہے کہ اگر ایڈی کا خاندان بجائے امریکہ کے ہندوستان میں ہوتا تو یہاں کے سادہ لوح لوگ اُس کو بہت بڑا ولی اور کراماتی مان کر اُسے پوجنے لگتے کیونکہ پنجابی میڈیم کو کرامت اُس کے اختیار کی نہیں ہے لیکن ایڈی برادرز ہر شب کرامت دکھاتے تھے۔

ایڈی برادر کا میڈیم پن تین قسم کا تھا۔ گویا یوں کہو کہ وہ تین حالتوں میں ہو جاتے تھے یا تین مختلف قسم کی زندگی بسر کرتے تھے۔ 1-ایک بیرونی 2-ایک ہوش والی اندرونی 3-ایک بیخبری کی اندرونی۔ اول قسم کی زندگی ہم سب لوگ بسر کرتے ہیں۔ اس لیے اس کی تشریح کی کچھ ضرورت نہیں۔ دوسری قسم کی زندگی میں اُن کو روحانی شکلیں نظر آتی ہیں لیکن اُن کو ہم لوگوں کا سا ہوش وحواس بھی باقی رہتا تھا اور جو کچھ وہ اُس حالت میں دیکھتے یا سنتے تھے اُن کو یاد رہتا تھا۔ تیسری قسم کی زندگی ایک سمادھی اور مراقبہ کی سی حالت ہوتی تھی۔ جب کبھی ولیم مجسم روحوں کو بلانا چاہتا تھا تو اُس کی تیسری قسم کی حالت ضروری ہو جاتی تھی۔ اور ہوریشیو اور اُن کے کنبہ کے دوسرے لوگ اس حالت میں اُس وقت میں ہوتے تھے کہ جب روحیں اپنے ذاتی احباب سے گفتگو کرنا چاہتی تھیں یا ہوریشیو ہوا میں معلق ہونا چاہتا تھا یا کوئی عجیب کرشمہ دکھانا منظور ہوتا تھا۔

تیسری حالت سے ہوش میں آنے کے بعد میڈیم کو یاد نہیں رہتا تھا کہ اُس نے عالم ارواح میں کیا دیکھا اور کیا سنا۔ ہاں کبھی جسم کثیف کو چھوڑ کر جسم لطیف سے باہر جاتا تھا تو وہاں کے حالات میں کچھ کچھ یاد رہتے تھے۔

ہم نے پچھلے باب میں بدفالیوں اور پیشین گوئیوں کا ذکر کیا ہے اور وہ حالات بھی لکھ دیئے ہیں جو ولیم کی ماں کو مرنے سے پیشتر نظر آتے تھے۔ ولیم کے باپ کی وفات سے ایک سال پیشتر ایک شب جبکہ اُس کا باپ اچھا خاصا تندرست تھا۔ معمولی طور سے کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر اپنے کمرہ میں جا سویا۔ کچھ عرصہ بعد کل کنبہ نے جو ابھی سونے نہیں گیا تھا' دیکھا کہ وہ اپنی شب خوابی کے کپڑے پہنے دوسرے کمرہ کے دروازہ میں کھڑا

ہے۔ وہ کمرہ اس طرح واقع تھا کہ بلا بیچ کے کمرہ میں گزرتے ہوئے جس میں سب کنبہ بیٹھا تھا جانا غیر ممکن تھا۔ اس لیے اُن سب کو تعجب ہوا کہ وہ کس طرح وہاں چلا گیا۔ ذیل کے نقشہ سے معلوم ہو جائے گا کہ وہ مکان کس طرح کا تھا اور وہ کس کمرہ سے کس کمرہ میں نظر آیا تھا۔ (الف) بیٹھنے کا کمرہ ہے۔ (ب) مسٹر ایڈی یعنی ولیم کے باپ کے سونے کا کمرہ ہے جس میں وہ سوتا تھا۔ (ج) اُس کا پلنگ ہے۔ (د) وہ دروازہ ہے۔

جہاں وہ نظر آیا تھا۔ (ر) آگ کی چمنی ہے جہاں کنبہ بیٹھا تھا۔ کمرہ (الف) سے کنبہ کو اُس کا پلنگ نظر آتا تھا۔ ولیم کی ماں نے آواز دی تو اُس کے خاوند یعنی ولیم کے باپ نے اپنے پلنگ سے جواب دیا کہ تم مجھے کیوں دق کرتی ہو' میں اس امر سے سخت ناراض ہوں۔ پس ضرور وہ شکل اُس جسم لطیف جس کو اکثر لوگ ہمزاد اور ہنود سوکشم شریر کہتے ہیں تھا۔ ولیم کا ایک چھوٹا بھائی جس کا نام جیمس تھا' بیمار پڑا۔ اُس کے مرنے سے ایک ہفتہ پیشتر اُس کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بوڑھی عورت ہر روز سفید گھوڑے پر سوار ہو کر اُسے دیکھنے آتی ہے۔ اُس نے اپنی ماں سے دریافت کیا کہ وہ کون عورت ہے۔ ماں نے یہ سمجھ کر کہ اُس کا دل بہکتا ہے' تسکین کے لیے کہہ دیا کہ کوئی عورت وغیرہ نہیں ہے تم کچھ خیال نہ کرو۔ لیکن لڑکے نے کہا کہ ضرور کوئی عورت ہے جو وقت مقرر پر ہر روز اُسے دیکھنے آتی ہے اور اپنے گھوڑے کو درخت سے باندھ دیتی ہے اور کہتی ہے کہ مجھے تیرے آنے کا انتظار ہے۔ ماں نے اُس وقت خیال کیا کہ کوئی روح ہے لیکن لڑکی سے ازراہ دور اندیشی کہہ دیا کہ ہاں اب یاد آیا میری ایک واقف عورت ہے جو آیا کرتی ہے۔ اُس لڑکے کے علاج کرنے والے ڈاکٹر نے پیشین گوئی کی کہ لڑکے کو عنقریب صحت کلی ہونے والی ہے لیکن اُس کی ماں کا خیال تھا کہ روح کا آنا خالی از علت نہیں ہے بلکہ یہ آنے والی مصیبت کی پیشگی اطلاع ہے اور درحقیقت ایک ہفتہ بعد اُس کا خیال صحیح نکلا۔ اُس ہی رات اُس لڑکے کی روح اُس کے بھائی ولیم کو جو اُن دنوں ایک زمیندار کے یہاں مقام

واچیسٹر میں نوکر تھا نظر آئی۔ وہ تڑکے ہی مکان کو چل دیا اور مکان میں روتا ہوا گھسا اور اپنی ماں سے کہا کہ مجھے سب خبر ہے، میں میت میں شریک ہونے کو آیا ہوں۔

ایک مرتبہ شہر ایڈنبرگ کا ایک رئیس آدمی وہاں کی ایک پہاڑی پر سوار ہو کر ہوا کھانے گیا۔ وہاں اُس کو ایسا معلوم ہوا کہ اُس کا ایک دوست گھوڑے پر اُس کے پیچھے آ رہا ہے۔ اُس شخص نے اس لیے کہ وہ آ ملے، اپنے گھوڑے کو دھیما کر دیا لیکن پھر جو دیکھا تو وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ اُس نے ہر چند تلاش کی کیونکہ وہاں ایک ہی راستہ تھا کوئی دوسری سڑک نہ تھی جو بچ کر نکل جاتا۔ اس بات کا اُس کو بڑا تعجب ہوا۔ گھر آ کر معلوم ہوا کہ اُس کا دوست گھوڑے سے گر کر مر گیا۔

ولیم کی بہن میرینڈا کی وفات سے ایک روز پیشتر تمام کنبہ کھانا کھانے کے کمرہ میں بیٹھا تھا کہ دفعتاً ہوا میں اُن کے سروں کے اوپر ایسا معلوم ہوا کہ ایک بڑا گھڑیال بجا اور اُس کی آواز آہستہ آہستہ کم ہوتی گئی۔ سب کو امید تھی کہ دوبارہ آواز ہوگی لیکن میرینڈا نے دیکھا کہ اُس کے دونوں مرحوم بھائی جیمس اور فرینسس مجسم موجود ہیں۔ میرینڈا نے مرنے سے قبل ہی وصیت کی کہ میری قبر کے تعویذ پر یہ کتبہ ہو۔ "مری نہیں بلکہ زندہ ہوئی۔ کیونکہ تم زندوں کو مردوں میں تلاش کرتے ہو۔"

فرینسس کی وفات کا حال سنو۔ یہ ایک فوج میں ملازم تھا وہاں سے بیمار ہو کر گھر آیا۔ تین مہینے تک بیمار پڑا رہا۔ اُس نے اپنے مرنے سے تین دن پیشتر ایک انجیل کے پٹھوں پر اپنے مرنے کا وقت وغیرہ اور دن سب کچھ ٹھیک ٹھیک لکھ دیا تھا۔ اس وقوعہ سے دو ہفتہ پیشتر کنبہ کے لوگوں نے سنا کہ کوئی گاڑی سامنے کے دروازہ سے آتی ہے۔ اُس میں سے دروازہ کھول کر دو سپاہی نکلے اور اُنہوں نے ایک تابوت اُتار کر برآمدہ میں رکھ دیا اور بغیر کچھ کہے سنے واپس ہوئے۔ تابوت پر ایک تختی لکھی ہوئی معلوم ہوئی چونکہ وہاں اندھیرا تھا۔ اس لیے چراغ لینے گئے واپس آ کر جو کنبہ کے لوگوں نے دیکھا تو تابوت نہ

تھا۔ پس فرینسس کے مرنے کے بعد ایک ہمسایہ کو تابوت خریدنے بھیجا تو بالکل اُس ہی شکل کا تابوت آیا۔ جیسا کہ غائب ہو گیا تھا۔

اُس لڑکے نے بھی اپنی قبر کا کتبہ خود ہی بتایا تھا کہ "روحانی عالم میں گیا" بجائے اس کے مرا یا وفات پائی۔ اُس نے یہ بھی وصیت کی تھی کہ اُس پتھر پر ایک نشان کی تصویر کر دی جائے اور اُس کے پتھر پر لکھا ہوا "آخر کار آزادی ملی" لیکن اُس کے باپ نے اپنی مرضی کو موافق کتبہ کھدایا۔ اس سے لڑکے کی روح کو اس قدر غصہ آیا کہ اُس نے مجسم اور غیر مجسم شکل میں اُن کو اس قدر دق کیا کہ مجبوراً وہ پتھر اُس کی وصیت کی بموجب لگانا پڑا۔

مذکورہ بالا قسم کی بشارتیں یا بدفالیاں کچھ ایڈی کے خاندان پر ہی نہیں بلکہ صدہا مقامات پر مختلف خاندانوں میں ہوتی رہی ہیں۔ 1799ء میں ایک یورپین لیڈی کے مرحوم بچہ کی روح اُس کے ساتھ رہتی تھی اور خطروں سے حفاظت کرتی تھی۔ جب کبھی وہ عورت کہتی کہ تم اپنے باپ کو بھی نظر آؤ تو لڑکے کی روح انکار کرتی اور کہتی کہ ایسا کرنے سے وہ بیمار ہو جائے گا اور مر جائے گا۔ اُس روح نے کہا کہ سب لوگ ایسی چیزیں دیکھنے کی آنکھیں نہیں رکھتیں۔

مشہور یورپین شاعر ڈینٹی نے جب وفات پائی تھی تو اُس وقت اُس کی تصنیف موسی پیراڈیسو چھپنے نہ پائی تھی۔ جب وہ مر گیا تو اُس کے بیٹے نے چھاپنے کے لیے کتاب کو نکالا لیکن کتاب کو نامکمل پایا کیونکہ بیچ کے جزو غائب تھے۔ ہر چند تلاش کی مگر بے سود، چنانچہ ایک شب خود شاعر مذکور کی روح نے آ کر اپنے بیٹے سے کہا کہ فلاں جگہ گم شدہ جزو رکھے ہیں۔ جب تلاش کیا تو اُس ہی مقام سے ملے۔

ایک اسکاٹلینڈ کا باشندہ ایک مرتبہ سفر کر رہا تھا کہ اُس کو ایک روح نظر آئی۔ اُس نے کہا کہ آج سے ٹھیک ایک سال بعد تم اپنے مرحوم باپ سے جا ملو گے۔ اتفاقیہ برس بعد ٹھیک اُس ہی دن وہ شخص مر گیا۔

الغرض ہر اس قسم کے صدہا واقعات نہایت ہی مستند کتابوں اور شخصوں کی تحاریر سے نقل کر سکتے ہیں جو ہر ذی عقل کو علم روحانی میں اعتقاد دلانے کو کافی ہیں مگر بالفضل اس سے ضروری معاملات کی طرف باب آئندہ باب میں رجوع ہوتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارے ناظرین ہماری طویل تحریر سے گھبرا نہ جائیں گے۔ ہم اس مضمون پر مختصر لکھنے سے اس لیے مجبور ہیں کہ یہ زمانہ بداعتقادی اور الحاد کا ہے۔ اگر ہم دو چار ہی مثالیں لکھ کر ہدایتیں اور روحیں بلانے کا طریق لکھ دیں اور یورپ والوں کو اپنی امداد کے لیے نہ بلائیں تو نئے تہذیب اور نئی روشنی والے ہندوستان کی باتوں کو جو فقراء اور اُن کی کرامتوں کو مانتے ہیں اور قدیم مذاہب میں اعتقاد رکھتے اور اُن کی باتوں کو سچا جانتے ہیں' ڈھکوسلا کہ کر ٹال دیں۔ لیکن ہم عملی ثبوت کے علاوہ جو ہر طرح دندان شکن ہے اور جس سے ہمارے ناظرین جو ہماری ہدایتوں کی بموجب عمل کریں گے' بہت ہی جلد اپنا دل ٹھنڈا کر لیں گے۔ ہم علمی ثبوت بھی دیے بغیر نہیں رہ سکتے جو لوگ پیشتر سے ایسی باتوں میں عقیدہ رکھتے ہیں۔ اُن کے لیے درحقیقت کتاب کا بہت سا حصہ فضول ہے مگر کتاب دونوں قسم کے ناظرین کے لیے لکھی گئی ہے اور چونکہ ملحد' منکر اور دہریوں اور نئی تہذیب اور روشنی والوں کی تعداد کثیر ہے۔ اس لیے اُن کے لیے کتاب کے صفحہ بھی زیادہ صرف کیے جائیں گے۔

باب 9

سرکل یا چکر یا حلقہ بنانا اور روحوں کا بلانا

جس وقت چند شخص روحیں بلانے بیٹھتے ہیں تو انگریزی زبان میں اُس کو سرکل یعنی حلقہ کہتے ہیں۔ اس باب میں ہم اس کتاب کا عطر یعنی حلقہ میں بیٹھنا اور روحوں کا بلانا بناتے ہیں۔

1- ایک میز کے چاروں طرف کرسیاں ڈالو۔ لیکن وہ یا تو بیدون سے بنی ہوئی ہوں یا اُن کی تلی میں تختہ لگا ہو اور کوئی گدی وغیرہ نہ ہو۔

2- تین آدمیوں سے کم اور دس آدمیوں سے زیادہ حلقہ میں نہ بیٹھیں۔ سب لوگ میز پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ کر کرسیوں پر جو میز کے چاروں طرف ہوں بیٹھیں۔ ہر ایک شخص کا داہنا ہاتھ دوسرے کے بائیں ہاتھ سے چھوتا رہے۔

3- مرد' عورت' گورے' کالے' فربہ' لاغر اندام' بیوقوف' عقلمند' ست اور چالاک سب لوگ ایک دوسرے سے ملے جلے بیٹھیں۔

4- اس وقت ویسی کام' کرو وہ' لوبہ' مرہ۔ غرض غم دنیا و تفکرات دنیا سب کچھ دل سے دور کر دو۔ آپس میں محبت و اخلاص کی باتیں کرو۔ مجمع میں سے کوئی خوش گلو شخص بیٹھے' سروں میں کچھ معرفت کی غزلیں یا بھجن یا مناجات گائے اور باقی سب اگر نہ گا سکتے ہوں تو بالکل یکسو ہو کر بیٹھیں۔ مطلب یہ ہے کہ خیال میں اختلاف نہ رہے جس کی روح کو بلانا چاہو۔ اُس کا خیال سب لوگ یکسو ہو کر

یعنی طبیعت اور تصور کو جما کر کرو اور اگر ہو سکے تو آنکھیں بند کر کے سب لوگ اُس شکل کا تصور کرو۔

گانا گانے میں اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ گانے والا یا سب لوگ علم موسیقی سے واقف ہوں مگر طرز چلتی ہوئی ہو جس طرح کہ صوفیوں کے عرسوں میں قوال لوگ ڈھولک یا طبلہ پر ٹھیکہ بجا کر ترانہ گاتے ہیں۔ اہل تصوف کے ہاں ارواح سے تعلق پیدا کرنے اور استفادہ حاصل کرنے کے صدہا طریقے ہیں لیکن چونکہ اب معتقدین کی نقل اُتارنے والے اور دوکانداری کرنے والے زیادہ رہ گئے ہیں۔ اس لیے اُن کو اصلی مطلب ہاتھ نہیں آتا اور اُن کے مریدوں اور خود اُن کو ناکامیابی ہوتی ہے لیکن ہم کو چونکہ اہل تصوف سے بہت کچھ واسطہ ہے۔ اس لیے ہم نہیں چاہتے کہ اپنے لیے گھر کے بھیدی کا خطاب حاصل کریں لیکن اُن امور کے اظہار سے باز بھی نہیں رہ سکتے جنہیں بہت کچھ غلطی ہو رہی ہے۔ مگر یہ باتیں اس کتاب میں منتشر طور سے بیان ہوں گی۔ یہاں صرف اتنا کہنا مناسب سمجھتے ہیں کہ اُن کا یعنی پیروں کا مریدوں پر توجہ ڈالنا کس کو کہتے ہیں اور حلقہ بنانا کیا چیز ہے اور اُسمیں سماع کیوں ضروری ہے۔

توجہ ڈالنے کی قوت حاصل کرنے کے لیے اکثر موجودہ زمانے کے صوفی لوگ قسم قسم کی مشقیں کرتے ہیں، چلے کھینچتے ہیں مگر چونکہ اُن کو ان چلوں کی اصلی وجہ معلوم نہیں کہ ان سے کیا فائدہ ہے۔ اس لیے اُن کے ہاتھ دُرِ مقصود نہیں آتا۔ ان کو یہ معلوم ہے کہ عمل پڑھنے اور چلہ کھینچنے سے خدا راضی ہو کر قوت بخش دے گا یا کوئی خاص ولی یا پیر مہربان ہو جائے گا مگر وہ یہ کیا جانیں کہ یہ سب ترکیبیں قوت ارادی بڑھانے کے لیے ہیں۔ ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ جو شخص ہماری کتاب زندہ کرامات کی ہدایتوں کی بموجب ایک ماہ بھی مشق کر

لے جس میں نہ کچھ پڑھنا ہے نہ چلہ کھینچنا ہوتا ہے تو وہ پشتینی اور خاندانی پیروں سے کہیں زور کے ساتھ اپنے معمول یعنی مریدوں پر ہی نہیں بلکہ محض اجنبی اور کثیر تعداد لوگوں پر توجہ ڈال سکتا ہے اور کٹ پتلیوں کی طرح نچا سکتا ہے اور بڑا بھاری کراماتی بن سکتا ہے۔ ہم نے اکثر لوگوں کو خاص صوفیوں کی نسبت کہتے سنا ہے کہ وہ صرف اپنی ہی گڑیوں کو نچا سکتے ہیں یعنی اپنے ہی مریدوں پر توجہ ڈال سکتے ہیں لیکن دوسروں پر کچھ زور نہیں چلتا۔

صوفی لوگ خاص مشقوں کے ذریعہ اپنے مریدوں میں معمولی پن پیدا کر دیتے اور چونکہ مریدوں کو ان پر بہت اعتقاد ہوتا ہے۔ اس لیے وہ ان پر قابو پا جاتے ہیں جس طرح مسمریزم کا عامل اپنے معمول کے حواس اور جسم پر قابو حاصل کر لیتا ہے۔ پس اگر پیر زبردست مقناطیس والا شخص ہے تو ہر جگہ حلقوں وغیرہ میں جہاں مختلف لوگوں کے مرید موجود ہوں، عارفانہ غزلیں وغیرہ گائے جانے کے وقت جبکہ سب کی توجہ گانے کے سبب یکسو ہو جاتی ہے۔ علی العموم سب پر توجہ ڈالتا ہے یعنی تصور کرتا ہے کہ اُن پر اثر ہو۔ پس تمام تیز حس یعنی اُن لوگوں کو جو معمول ہونے کا خاصہ رکھتے ہیں یا جس میں وہ پیدا کر دیا گیا ہے، اثر محسوس ہونے لگے گا اور وہ جھومنے لگیں گے۔ پس پیر جی صاحب اور قوت ارادی کو زور دے کر اُسے کھڑا کر دیں گے اور اپنے خیال اور ذہنی حکم سے اُسے نچائیں گے۔ اور اگر پیر جی کچھ ایسے ہی ویسے ہیں تو غیر تو غیر خود اُن کے چیلوں پر اثر نہ ہوگا۔ کیونکہ اُن کی کمزور قوت ارادی دوسروں کی زبردست قوت ارادی پر غالب نہ آ سکے گی۔

ہم نے بہت سے صوفیوں سے التجا کی کہ ہم پر توجہ ڈالیے اور جب کبھی اُنہوں نے کوشش کی تو ہم نے اُن کو نچا دیا۔ ایک مرتبہ ایک مشہور پیر کے مزار پر عرس

کے زمانہ میں تمام دن ہم نے کسی کی توجہ کو بھی کام نہ کرنے دیا لیکن ایک شخص جو ہم سے واقف تھا۔ اُس نے ہمیں ہمارے ارادہ سے باز رکھا ہے۔ جملہ معترضہ چھوڑ کر ہم اُن کے حلقہ کا حال بیان کرتے ہیں۔ ہر ایک صوفی کی قبر یعنی مزار پر سال بھر بعد اُس کے مرید ایک جلسہ کیا کرتے ہیں، جس کو اُن کی اصطلاح میں عرس کہتے ہیں۔ اُس موقع پر اگر کسی مشہور ولی کا عرس ہوتا ہے تو دور دور سے لوگ آتے ہیں۔ عرس کے دن اُس سلسلہ کے سب مرید مزار کے سامنے دروازہ چھوڑ کر دو رویہ دو زانو بیٹھتے ہیں جیسا موقع ہو۔ قوال لوگ گانا شروع کرتے ہیں اور عارفانہ غزلیں اور شعار و بھجن وغیرہ گاتے ہیں صوفی لوگ اپنے مریدوں کے ساتھ خاموش بیٹھے توجہ ڈالتے رہتے ہیں۔ چونکہ گانے سے سب کے خیال یکساں ہو جاتے ہیں (خیالات کی ہم آہنگی بہت اثر کرتی ہے اگر ہم آہنگی نہ ہو تو کچھ بھی نتیجہ نہ ہو) مرید ناچنے اور کودنے لگتے ہیں۔ جلسہ ختم ہونے کے قریب تمام پیر اور مرید مل کر پیر کی روح کو نفع پہنچانے کے خیال سے درود اور فاتحہ پڑھتے ہیں۔ مختصر لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب ترکیبیں ہم آہنگی کے ساتھ ان کا تصور پیدا کرتے ہیں اور یہ ہی متقدمین کی اس کارروائی سے غرض تھی (مگر عوام کو مغالطہ دینے کے لیے بہت کچھ اضافہ کر دیا گیا ہے) اُس کے بعد سب کھڑے ہو جاتے ہیں اور قوال گانا شروع کرتا ہے اور سب حلقہ والے پیروں سے اور ہاتھوں کے جھٹکنے سے تال دیتے ہیں۔ چنانچہ امریکہ والوں نے اس سب کارروائی کو چھوڑ کر عطر نکال لیا ہے جو ہم نے اس باب کی ہدایت نمبر 4 میں درج کر دیا ہے۔ سمجھانے کے لیے ہم نے صوفیوں کا ذکر یہی بے موقع نہیں سمجھا۔

5- جس قدر اشخاص حلقہ میں بیٹھیں ان میں آپس میں حسد وبغض وناتفاقی وغیرہ نہ ہو۔

6- بدکاروں، بدمعاشوں اور خدا کی ارواح کے منکروں کو حلقہ میں شریک نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ مشق کرنے کی ابتدا میں کچھ دنوں تک ایسے لوگوں کو اُس مکان میں بھی نہ آنے دینا چاہیے کیونکہ ان لوگوں کا بُرا اثر ارواح کو پسند نہیں ہوتا۔ اُن کو ان کے جسم سے سخت بدبو آتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اس لیے نہیں آتی ہیں لیکن جب تعلق پیدا ہو جائے اور ارواح آنے لگیں تو تماشائیوں کے پاس ایک دو کا بیٹھنا چنداں مضر نہیں ہے۔

7- ابتدا میں وہ مکان جس میں حلقہ کیا جائے بار بار تبدیل کرنا نہ چاہیے۔ یعنی ایسا نہ ہو کہ آج اس مکان میں کل اُس مکان میں۔ بلکہ میز اور کرسیاں بھی تبدیل نہ کی جائیں تو بہتر ہے جو شخص جس کرسی پر اول دن حلقہ میں بیٹھے وہ روزمرہ اُس ہی پر بیٹھا کرے۔

8- ہم کو تجربہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ ابتدا میں کسی خاص شخص کی روح کا تصور باندھ کر حلقہ میں بیٹھنے کی بہ نسبت عام طور پر بلا کسی خصوصیت کے کہ کس شخص کی روح آئے یکسو طبیعت کر کے تصور کرنا اچھا ہے۔ کیونکہ اُس وقت جو روح اُس مقام سے قریب تر ہوگی آ جائے گی اور وہ ہی دوسری ارواح کو جن کو حلقہ والے بلانا چاہتے ہیں، بلا سکتی ہے۔

9- یہ کوئی لازمی بات نہیں ہے کہ ابتدا میں حلقہ میں بیٹھنے کے اول ہی دن حلقہ والوں سے میں میڈیم معلوم ہو جائے۔ اکثر دس پندرہ روز تک استعمال کے ساتھ حلقہ بیٹھنے سے شناخت ہوا کرتی ہے اگر میڈیم معلوم ہونے میں عرصہ لگ جائے تو اپنی اپنی جگہ تبدیل کر لینا مناسب ہے لیکن جب میڈیم معلوم ہو جائے تو پھر جگہ تبدیل نہ ہو۔

10- حلقہ والوں میں جو شخص میڈیم پایا جائے اُسے شمال کی جانب پشت اور جنوب کی جانب منہ کرا کر بٹھانا واجب ہے۔

11- حلقہ والوں میں سے ایک شخص کو اپنا میر مجلس قرار دے لینا چاہیے۔ اُس کے حکم کی پابندی سب لوگ حلقہ کے وقت کریں اور میڈیم سے جو کہنا یا دریافت کرنا ہو وہ اُس ہی کے توسل سے کہا یا دریافت کیا جائے۔ میر مجلس میڈیم کے مقابل کی کرسی پر بیٹھے۔

12- آندھی' پانی اور بجلی کڑکنی اور نہایت سردی و نہایت گرمی کے دنوں میں حلقہ بنانے میں کم کامیابی ہوتی ہے۔ اس لیے جس دن نہ بہت سردی نہ بہت گرمی ہو یعنی موسم معتدل ہو' اُس دن ایک تنہا مکان میں دھیمی روشنی کر کے یا بالکل تاریکی میں حلقہ ہونے سے بہت کامیابی ہوتی ہے یعنی ارواح میڈیم پر جلد نزول کرتی ہیں۔

13- اگر حلقہ میں بیٹھنے کے کچھ عرصہ بعد اُس کمرہ میں کسی طرف سے کھٹ کھٹ کی آواز ہو یا جس میز پر بیٹھے ہوں' اُس کا کوئی پایا وغیرہ اٹھ جائے تو جان لو کہ کوئی روح آ گئی۔ اُس سے بات چیت کرنے کے لیے اُن کھٹکوں سے ہی اس طرح کام لو کہ اُن کی تعداد کے لحاظ سے حروف مقرر کر لو۔ یعنی میر مجلس آہستہ کی آواز سے کہے کہ "اگر کوئی صاحب آ گئے ہیں تو وہ ایک بار کھٹکا کریں' اس سے ہم ہاں سمجھ لیں گے۔" پس اگر اس کا جواب ملے اور ایک مرتبہ کھٹکا ہو تو پھر زیادہ باتیں کرنے کے لیے ان کھٹکوں کے حروف مان لو۔ مثلاً ایک بار کھٹکا ہونے سے الف اور دو بار سے بے اور تین بار سے تے وغیرہ وغیرہ۔

بعض دفعہ کھٹکا نہیں ہوتا بلکہ حلقہ والوں میں سے کسی شخص کا ہاتھ کانپنے لگتا ہے اور انگلیاں ہلنے لگتی ہیں' جان لو کہ وہ میڈیم ہے۔ اُس کے ہاتھ میں ایک پنسل دے دو اور کاغذ اُس کے ہاتھ کے نیچے رکھ دو' وہ کچھ لکھے گا۔ اکثر قطعی ناخواندہ لوگ جو بالکل لکھ نہیں سکتے وہ بھی ایسے میڈیم ہو جاتے ہیں اور جو روح اُس کے ہاتھ سے کام لیتی ہے۔ وہ اپنی ہی مادری زبان جس سے میڈیم بالکل بے خبر ہوتا ہے لکھتی ہے۔ میڈیم سے جو سوال کیا جائے گا اُس کا جواب لکھ کر لے گا۔

بعض وقت میڈیم سویا ہوا معلوم ہوتا ہے اور اُس حال میں کچھ مہمل الفاظ کہتا ہے۔ جان لو کہ وہ بہت جلد بولنے لگے گا۔ اُس کی زبان تو کام دے گی' باقی کل اعضاء سن اور بے حس معلوم ہوں گے' ایسے میڈیم سے جو سوال کیا جائے گا۔ ایسی حالت میں میڈیم وہ زبانیں بولے گا کہ جن کا وہ ایک لفظ بھی نہیں جانتا۔ یعنی جس ملک کے باشندوں کی روح اُس پر دخل کرے گی وہ اپنی ہی بولی بولے گی۔

کسی کسی میڈیم کو ارواح نظر آنے لگتی ہیں اور وہ دیواروں و آسمان میں چمکدار حروف میں عبارتیں لکھی ہوئی دیکھتا ہے اور پڑھ لیتا ہے۔ ایسے میڈیموں پر مشق اور ترقی ہو جانے سے روحیں مجسم ہو کر آنے لگتی ہیں جو تمام جلسہ والوں اور تماشہ دیکھنے والوں کو نظر آتی ہیں' باتیں کرتی ہیں' گیت گاتی ہیں' ناچتی ہیں' لیکچر دیتی ہیں' نصیحت کرتی ہیں وغیرہ اس ہی قسم کے میڈیموں کا ہم گزشتہ بابوں میں وضاحت کے ساتھ ذکر کر آئے ہیں۔ اگر ایسا میڈیم ہاتھ آ جائے تو بڑی خوش قسمتی ہے۔ اس قسم کے میڈیم دو فیصدی ضرور ہوتے ہیں۔

بعض وقت حلقہ والے مکان کی رکھی ہوئی ہر ایک چیز میز کرسی اور اسباب ہلنے لگتا ہے اور باہر رکھی ہوئی چیزیں باوجود دروازہ بند ہونے کے اندر آ جاتی ہیں اور اندر کی باہر چلی جاتی ہیں۔ یہ سب حرکتیں ارواح کی ہوتی ہیں۔

ہر چیز سے خواہ وہ جاندار ہو یا غیر جاندار ہر وقت ایک قسم کی روشنی یا نور نکلتا رہتا ہے۔ یہ نور کسی جسم سے کم اور کسی سے زیادہ نکلتا ہے۔ یہ نور ہر شخص کو نظر نہیں آتا بلکہ تیز حس لوگوں کو اور میڈیموں کو نظر آتا ہے۔ علم مسمریزم کے ذریعہ جو معلول بنایا جاتا ہے اُس کو حالت خواب مقناطیسی میں ہر شئے سے وہ نور نکلتا دکھائی دیتا ہے۔ اس نور یا روشنی کو انگریزی میں اوڈایل کہتے ہیں۔ ملک جرمنی کے باشندہ ڈاکٹر ریکنبیک نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ کسی شئے سے کس قسم کا اوڈایل خارج ہوتا ہے۔ پس جس شخص کے جسم سے بہت سا اوڈایل خارج ہوتا ہو وہ بہت اچھا میڈیم ہوگا اور اُس کے ذریعہ بہت جلد ارواح سے تعلق پیدا ہو سکے گا۔ اگر کامیابی میں اس پر بھی دیر ہو تو جگہ تبدیل کرنا اور حلقہ والوں میں اور آدمیوں کا ملا لینا بھی اکثر مفید ثابت ہوا ہے۔

یہاں تک ہم سرکل میں بیٹھنے اور روحوں کو بلانے کا قاعدہ بیان کر چکے۔ اب یہ بتانا باقی ہے کہ کسی خاص شخص کی روح کو کس طرح بلائیں۔ اگر حلقہ میں بیٹھنے کے بعد میڈیم شناخت ہو جائے۔ ہم کو اس بات کا تجربہ ہو چکا ہے کہ اگر حلقہ میں بیٹھنے والے کسی خاص شخص کی روح کے بلانے کا تصور نہ کریں تو اکثر حلقہ والوں میں سے کسی نہ کسی کے عزیز کی جسے وہ بہت پیار کرتا تھا آ جاتی ہے۔ کیونکہ جس طرح سنگ مقناطیس لوہے کو اپنی جانب کھینچ لیتا ہے اس ہی طرح محبت کا روحی تعلق اُس روح کو اپنی جانب کھینچ لیتا ہے۔ ان کے علاوہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ نیچے درجہ کی ارواح یعنی اُن لوگوں کو جن کو دنیاوی لگاؤ بہت تھا اور جو اس لگاؤ اور تعلق کے سبب دنیا ہی کے خیالات میں پھنسی ہوئی رہتی ہیں۔ زمین سے بندھی رہتی ہیں آ جاتی ہیں اور قسم قسم کی شرارتیں کرتی ہیں۔ ان کی شرارتوں سے بچنے کے لیے حلقہ میں بیٹھنے کے پیشتر میر مجلس اور سب ساتھیوں کو عرفان اور تصوف کے بھرے ہوئے راگ بھجن، غزلیں یا مناجات وغیرہ گانا واجب ہے۔ اور اُس کے بعد خدا سے التجا کرے کہ اے رحیم و کریم کسی بزرگ کی روح کو ہدایت کر کہ ہمارے اوپر

مہربانی کر کے ہمارے حلقہ میں آئے وغیرہ یا اس ہی قسم کی اور کوئی عبارت ہو مگر مطلب یہ ہی ہو اور اگر کسی خاص بزرگ کی روح کو بلانا مقصود ہے تو دل ہی دل میں اُس کا خیال کرو اور بلاؤ۔ یہ کوئی لازمی بات نہیں ہے وہ آ ہی جائے لیکن فیصدی 99 حالتوں میں کامیابی ہوتی ہے۔

جن حلقوں میں زیادہ حصہ ایسے لوگوں کا موجود ہوتا ہے جو دنیا کے کتے ہیں اور خود غرضیوں کے کام میں پھنسے رہتے ہیں اور اس قسم کے سوال روحوں سے دریافت کرتے ہیں کہ میری فلاں شخص پر طبیعت ہے وہ کب ملے گا؟ یا میں اُس شخص سے مقدمہ جیتوں گا یا نہیں؟ میں اپنا مکان فروخت کروں یا نہیں؟ تو ایسے حلقوں میں بزرگوں کی ارواح نہیں آتی ہیں اور اگر آ بھی گئی ہوتی ہیں تو فوراً چلی جاتی ہیں۔ ارواح کو ایسے لوگوں کے جسم سے بدبو آتی ہے۔ جس کو وہ برداشت نہیں کر سکتیں۔ بزرگوں کی ارواح ایسے لوگوں میں آتی ہیں جو خود بھی خدا پرست اور پرہیزگار ہوں اور روحانی ہی باتیں دریافت کریں۔

بالفرض مذکورۂ بالا طریق سے دل ہی دل میں کسی بزرگ کا تصور کر کے بلانے سے وہ تشریف لے بھی آتے ہیں تو وہ آتے ہی میڈیم کے ہاتھ کو حرکت دیتے ہیں۔ فوراً اُس کے ہاتھ میں پنسل دے دینی چاہیے اور کاغذ رکھ دینا چاہیے۔ وہ اکثر آتے ہی یہ کہا کرتے ہیں ''ہاں میں آ گیا'' ''مجھے کیوں یاد کیا ہے؟'' وغیرہ۔ اُن لوگوں سے ابتدا میں ایسے سوال دریافت کرنے چاہیں جن کا جواب ''ہاں یا'' ''نا'' میں ختم ہو جائے یعنی بہت ہی مختصر ہو۔ پھر رفتہ رفتہ باتیں کرنے لگیں گے۔ اُس وقت جو سوال دریافت کیا جائے گا جواب ملے گا لیکن ان لوگوں کی آزمائش کے لیے کوئی سوال نہ کرنا چاہیے۔

جب کبھی دنیاوی خیالات میں غرق لوگوں کی روح آ جاتی ہے تو اکثر دنیا کی باتیں یا کام یاد کر کے زار زار رونے لگتی ہے۔ ایسی حالت میں خدا کی حمد و ثنا کے نظم کا گانا اُسے

تسکین دیتا ہے اور خاموش کر دیتا ہے۔ گویا جلتی ہوئی آگ پر پانی ڈال دیا۔ چنانچہ اس کے متعلق ذاتی تجربہ سناتی ہیں۔

ایک مرتبہ رات کے آٹھ بجے ہم سات آدمی حلقہ بنا کر بیٹھے۔ ہم لوگوں میں دو انگریز بھی تھے۔ مناجات گانے کے بعد میڈیم بے ہوش ہو گیا۔ ہم نے دیکھا کہ سامنے ایک آدمی کھڑا ہے۔ غور سے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ وہ آدمی ہے جو کئی سال ہوئے کہ مر چکا ہے۔ پس ہم نے سب سے کہا کہ دیکھو وہ کون ہے۔ یہ سن کر وہ غائب ہو گیا اور ہر میڈیم کا جسم اٹھنے لگا اور میز پر سر رکھ کر ہاتھ پیر سکیڑنے لگا۔ ہم نے دو انگریزوں کی مدد سے کھینچ کر اُسے پلنگ پر لٹا دیا وہاں اُس کی حالت اور بھی جرأت معلوم ہوئی۔ پس ہم نے اُس کے جسم پر پاس کرنے شروع کیے (حلقہ میں ایک دو شخص ایسے ضرور موجود ہونے چاہئیں جو علم مسمرزم سے کسی قدر واقف ہوں۔ یہ علم نہایت آسانی سے ایک ہفتہ میں کتاب زندہ کرامات کے ذریعہ آ سکتا ہے) تب اُس کے ہاتھ پیروں کی اینٹھیں بند ہوئی لیکن زار زار رونے لگا۔ جب ہم نے اُس سے دریافت کیا کہ بتاؤ تم کون ہو تو اُس نے جواب دیا کہ میں اپنا نام نہیں بتاؤں گا بلکہ کہتا رہا "آہ کتنی تکلیف ہے۔ اب برداشت نہیں ہوتی۔ اب خدا تیرا وہ رحم کہاں گیا۔ کیوں مجھے ایسی خراب عقل دی تھی۔ افسوس صد افسوس میں نے کیوں تیرا ایسا شیریں نام لیا۔ آہ اس خیال سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اب یہ تکلیف سہی نہیں جاتی۔" یہ کہہ کر دھاڑیں مار کر رونے لگا۔ اُس کے بعد حسب ذیل سوال وجواب ہوئے۔

(ہم) تم نے کیا گناہ کیا ہے؟ اور اس وقت تم کو کیا تکلیف ہے؟

(روح) (رو کر) کیا دریافت کرتے ہو۔ میں نے خدا کے تمام احکام توڑے ایک کی بھی پابندی نہ کی۔ جب سے میں نے زمین کی زندگی چھوڑی ہے تب سے سخت تاریکی میں مارا مارا پھرتا ہوں۔ نہ کسی آدم نہ کسی آدم زاد سے ملاقات ہوئی۔ اے میرے پاک

پروردگار! میرا کلیجہ کوئی چیر کر دیکھے تو خدا کا بزرگ نام اُس میں لکھا پائے گا۔ دنیا کی باتیں جب یاد آ جاتی ہیں تو کلیجہ پھٹ کر دو ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ خدا کے لیے آپ لوگ دنیا کی باتوں کا تذکرہ نہ کریں ورنہ سن کر سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اس کے بعد ہم نے ایک بھجن گایا تب میڈیم نے ہاتھ پاؤں سمیٹ کر کہا کہ ہاں اب ذرا ٹھنڈ پڑی۔

(ہم) تم یہاں کیسے آئے؟

(روح) میں تاریکی میں مارا پھرتا تھا کہ دفعتاً کچھ روشنی نظر آئی۔ اُس کے سراغ پر چل دیا اور یہاں آ گیا۔ آپ لوگ بڑے اچھے آدمی ہیں۔ آپ کے قریب کچھ دنوں رہنے سے میرا بہت اندھیرا دور ہو جائے گا۔ دنیا چھوڑنے کے بعد آج اول مرتبہ آدمیوں سے دید شنید ہوئی ہے۔ آہ تکلیف سہی نہیں جاتی (یہ کہہ کر پھر رونے لگا)

اس طرح وہ تقریباً نصف گھنٹہ تک روتا رہا۔ اس وقت میڈیم کا جسم بالکل سرد تھا اور پسینہ جاری تھا۔ ہم نے روح کو کہا کہ آپ تشریف لے جائیں اور میڈیم پر بہت عرصہ تک اُلٹے پاس کر کے اُسے ہوش میں لایا۔

انسان اس دنیا کی دولت وحشمت پا کر اپنے خدا سے بالکل پھر جاتا ہے گویا اُس کا خدا دنیا ہو جاتی ہے۔ یہ شخص جس کی روح کا ہم نے اوپر بیان کیا باوجودیکہ روح نے بوجہ شرم کے اپنا نام ونشان نہیں بتایا لیکن آواز کو پہچانتے تھے اس لیے فوراً پہچان گئے۔ اس کی روح ابھی اس قابل نہ ہوئی تھی کہ عالم ارواح میں جائے۔ اس لیے زمین پر ہی ماری ماری پھرتی تھی۔ اس کو ابھی غرور باقی تھا کیونکہ اُس خیال سے کہ میں بڑا آدمی ہوں، میرا نام معلوم کر کے لوگ شرمندہ کریں گے اور اس ہی خیال سے یہ نہیں بتایا کہ اُس نے دنیا میں گناہ کیا کیے تھے۔

یہ شخص دنیاوی زندگی میں ابتدا میں ایک کم حیثیت اور ادنیٰ درجہ کا آدمی تھا۔ حکام کی خوشامد کر کے اور رعایا کا گلا کٹوا کر یہ شخص بڑے مرتبہ پر پہنچ گیا تھا اور کئی خطاب بھی

اس نے پائے تھے۔ رات و دن مکاری اور دغابازیوں کی فکر میں رہنے کے سبب قلب بالکل سیاہ ہوگیا تھا۔ رحم قطعی اس کے دل میں نہ تھا۔ اُس کا نتیجہ اب صرف رونا اور چیخنا تھا جو لوگ غرور سے زمین پر پیر نہیں رکھتے جو لوگ خدا سے پھرے رہتے ہیں اُن کو اس وقوعہ سے عبرت پکڑنا چاہیے۔

بعض روحیں حلقہ میں آ کر اپنا نام صاف نہیں بتاتیں بلکہ خاص اشاروں سے بتا دیتی ہیں۔ ہمارے ملاقاتیوں میں سے ایک شخص تپ دق سے مرا تھا۔ اُس کو آخری وقت میں کھانسی بہت ہوگئی تھی۔ اس لیے جب کبھی وہ آتا تو میڈیم پانچ منٹ تک اول اول کھوکھو کرتا گویا کھانستا ہے۔ ایک پولیس داروغہ کی روح جو کوڑھی ہو کر مرا تھا۔ جب آتی تو میڈیم کا پنجہ بالکل ایسا اُٹھ جاتا کہ بالکل ڈنڈا معلوم ہوتا۔ ہم فوراً جان لیتے تھے کہ داروغہ صاحب تشریف لائے ہیں۔

* * *

باب **10**

موت کیا شئے ہے؟

علم راز کے واقف اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ درحقیقت موت کوئی چیز نہیں ہے۔ صرف دفعتاً ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیلی کا نام موت غلطی سے رکھ لیا ہے۔ ہمارے مطلب کو شاید بہت لوگ ان مختصر الفاظ میں نہ سمجھے ہوں بلکہ بعض اس مسئلہ کو قطعی عجیب وغریب اور کل مذاہب کے پکے اصول کے خلاف سمجھیں۔ لیکن یہ کوئی وجہ نہیں ہے کہ جس دوا کو مریض کڑوا خیال کرے حکیم بھی اُس کو باوجود مفید جان کر دینا ملتوی کر دے۔ سچ بات کہتے ہیں کبھی بھی پس وپیش نہ کرنا چاہیے۔

تبدیلی سے ہماری یہ غرض ہے کہ کیا انسان اور کیا نباتات اور جمادات ہر ایک شئے جو دنیا میں موجود ہے۔ ہر لحظ و ہر لحہ تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ اول انسان کو دیکھو کہ پیدائش کے بعد بچہ روز بروز ایسا معلوم بڑھتا ہے کہ جس کو کوئی جان نہیں سکتا لیکن دو چار مہینے یا سال کے بعد وہ بچہ چیز ہو جاتا ہے۔ اُس کے ہاتھ و پیر بہت ترقی کر جاتے ہیں۔ کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ میں نے بچہ کو بڑھتے معلوم کیا ہے بلکہ ایک عرصہ کا نتیجہ ضرور اس بات کا پتہ دے سکتا ہے کہ بچہ کے جسم میں کچھ فرق ہوگیا۔ کوئی شخص کسی آلہ یا حواس کے ذریعہ یہ نہیں بتا سکتا کہ بچے نے ایک گھنٹہ میں کس قدر جسمانی ترقی کی لیکن درحقیقت کچھ ترقی ایک گھنٹہ ہی نہیں بلکہ ایک لمحہ میں بھی ضرور ہوئی۔ لڑکپن سے جوانی تک کس قدر فرق صورت شباہت میں ہو جاتا ہے اور پھر جوانی سے بڑھاپے تک کیا حال ہو جاتا

ہے۔ اگر ہر دم جسم میں ترقی نہ ہوا کرتی یعنی تبدیلی نہ ہوتی تو سب کو معلوم ہو جایا کرتا کہ فلاں شخص فلاں وقت جوان ہوا اور فلاں وقت بوڑھا ہوا۔ لیکن یہ تبدیلیاں ایسی غیر معلوم ہوتی ہیں کہ غیر تو غیر خود وہی شخص جس میں یہ تبدیلی واقع ہوتی ہے معلوم نہیں کر سکتا۔

اس ہی طرح نباتات اور جمادات کا حال ہے۔ اکثر قسم کے درخت ایسے ہیں جو دو چار مہینے میں ہی بڑے ہو جاتے ہیں مگر اُن کی تبدیلی ہی معلوم نہیں ہوتی۔ پتھر وغیرہ بھی اس ہی طور ترقی کرتے ہیں۔ الغرض دنیا کی سب چیزیں بہت چھوٹے چھوٹے ذروں سے بنی ہیں۔ اُن میں یہ تبدیلی ہوتی رہتی ہے اگر لکڑی میں جو مکان وغیرہ میں لگائی جاتی ہے تبدیلی ہر دم نہ ہوتی رہتی ہو تو وہ پُرانی اور بوسیدہ کس طرح ہو جائے۔ آج تک کسی نے نہ دیکھا ہوگا کہ فلاں چوکھٹ دفعتاً گل کر گر پڑی بلکہ رفتہ رفتہ اُس کی حالت بدل جاتی ہے اور بیکار ہو جاتی ہے۔

جب وہ چھوٹے ذرے جن سے انسان کا جسم مرکب ہے تبدیلی کی انتہا کو پہنچ جاتے ہیں یعنی اُن میں وہ قوت کم ہو جاتی ہے جو اُن کو آپس میں ملائے رکھتی ہے تو وہ روح کو جو اس خاکی قیدخانہ میں بند تھی رہا ہونے سے نہیں روک سکتے اور وہ فوراً باہر نکل جاتی ہے۔

پس اگر کوئی ایسی ترکیب کرے کہ ان ذروں کو علیحدہ ہونے میں بہت عرصہ لگے تو اُس قدر عرصہ زیادہ جی سکتا ہے کہ جس قدر زیادہ عرصہ اُن کی علیحدگی میں لگا دیا گیا۔ اس طرح انسان ایک بے حد زمانہ تک زندہ رہ سکتا ہے۔ سب لوگ جانتے ہیں کہ پہلے زمانہ کے لوگ بڑی بڑی عمر کے ہو کر مرتے تھے اور آج کل عمر نہایت چھوٹی ہوتی ہے۔ اس کی یہ وجہ ہے کہ اُن میں طاقت زیادہ ہوتی تھی اور اب بہت کم ہے لیکن چونکہ وہ بھی اُس کا انتظام کرنا نہ جانتے تھے۔ اس لیے ایک خاص عرصہ بعد مرنے میں اُن کو بھی مجبوری تھی۔ اگر وہ لوگ علم راز کی ترکیب سے واقف ہوتے یا اب کے لوگ واقف ہو جائیں تو بلاشبہ

عمر کو بہت بڑھا سکتے ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ انسان کبھی مرے ہی نہیں کیونکہ اُس کا جسم مادہ سے بنا ہے اور یہ مادہ کا خاصہ ہے کہ تبدیل ہو۔ اس لیے تبدیلی ضرور واقع ہوگی لیکن یہ ضرور ممکن ہے کہ وہ اس تبدلی کو ایسے ڈھنگ سے ہونے دے کہ وہ کسی طرح معلوم نہ ہو۔ فرض کرو کہ دو شخصوں کے پاس سو سو روپیہ ہے اگر ایک اُن میں سے ایک روپیہ روز خرچ کرے اور دوسرا ایک پائی روز تو روپیہ تو دونوں کا ایک ختم ہوگا لیکن بے انتہا فرق ہو جائے گا۔

ہماری مذکورۂ بالا تحریر سے یہ مطلب نکل سکتا ہے کہ ہم موت کے زمانہ کو پیشتر سے مقرر شدہ نہیں مانتے۔ ایک معنی سے ہم اُس مسئلہ کو مانتے ہیں اور دوسری طرح نہیں مانتے۔ ہمارے خیال میں مقررہ وقت کے یہ معنی ہیں کہ جس قدر عرصہ میں اُس کا مجموعہ نتائج افعال جس کو لوگ تقدیر کہتے ہیں اور ہندو پرالبہد کہتے ہیں ختم ہو جائے۔ جس طرح روپیہ والوں کا ہم نے روپیہ ختم ہوتا بیان کیا ہے۔ اس ہی طرح اُس نتیجہ کو بھی ایک غیر محدود زمانہ تک کھینچ لے جانا یعنی عرصہ دراز کے بعد ختم ہونے دینا ممکن ہے۔ پس جو لوگ کسی کے مرنے پر رنج کرتے ہیں۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ روح کو ایک خاص قسم کی اُس وقت خوشی ہوتی ہے۔ فرض کرو کہ کوئی شخص جیل خانہ میں چلا جائے اور وہاں تمام قیدیوں سے اُس کا بہت کچھ خلا ملا اور محبت ہو جائے۔ جب وہ وہاں سے رہا ہو تو ضرور سب قیدی جن سے اُس کی ملاقات تھی رنج کریں گے۔ لیکن اُن کا رنج کرنا بجا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ممکن ہے وہ رہائی پانے والے کو بھی جب تک وہ دروازہ سے باہر نہیں آیا ہے کچھ افسوس ہو۔ لیکن جب باہر آ جائے گا تو اور دوسرے رہائی یافتہ لوگوں سے ملے گا تو وہ قیدیوں کے رونے چھینکنے کو دیکھ کر ہنسے گا۔

جو لوگ کہ دنیا کی باتوں میں سرتاپا غرق ہیں۔ البتہ اُن کے لیے عالم ارواح میں کوئی دلچسپی نہیں وہاں بھی اُن کو دنیا کا ہی خیال رہتا ہے اور چین نہیں ملتا۔ فرض کرو کہ ایک ایسا

قیدی ہو کہ جو ہمیشہ جیل خانہ ہی میں عمر گزارتا ہو۔ باہر جیل خانہ سے اُس کو روٹی اور کپڑا ملنے کی بھی امید نہ ہو تو وہ بے شک رہا ہو کر اور بھی مصیبت میں پڑ جائے گا۔ جیل میں تو اُس کو ٹاٹ کا کرتہ اور جو کی روٹی ملتی بھی تھی، باہر وہ بھی نہیں۔ جیل خانہ کے لوگ اُس سے بولتے بھی تھے مگر باہر کے منہ نہیں لگاتے۔ پس اُسے جیل خانہ ہی پسند آئے گا۔

لیکن جو لوگ خدا پرست ہیں، مصیبت زردوں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ دنیا کو صرف ایک چند روزہ سرائے سمجھتے ہیں۔ اُن کے لیے عالم ارواح مین سب کچھ ہے اُن کی ملاقات کو وہاں صدہا موجود ہیں۔ اب ہم چند ایسے لوگوں کی ارواح کے حالات لکھتے ہیں جن کی موت مختلف اسباب سے ہوئی ہے۔

⭘ ⭘ ⭘

باب 11

نیچے درجہ کی روحوں کی حالت

ہم ہندوستانیوں میں ایک مثل مشہور ہے کہ "جیسی روح ویسے فرشتے" یہ کسی ایسے تجربہ کار کی کہاوت ہے کہ جو عالم ارواح اور اسٹرل لایٹ سے خوب واقف تھا۔ عالم ارواح اور اسٹرل لایٹ میں معمولی مسمریزم کا میڈیم اور معمولی روشن ضمیر یعنی سمادہی لگانے والا مشکل سے فرق معلوم کر سکے گا لیکن درحقیقت فرق زمین آسمان کا ہے۔ عالم ارواح میں مرے ہوئے لوگوں کی روحیں موجود ہوتی ہیں جن کے دنیاوی زندگی میں اچھے اعمال تھے یا اُن لوگوں کی روحیں ہوتی ہیں جو دنیاوی جذبات کی بابت اسٹرل لایٹ میں تکلیف بھگت چکے ہیں۔ اسٹرل لایٹ یا لوح محفوظ میں ہر شخص کے اعمال کی تصویریں اور اُن کے نتائج کی شکلیں رہتی ہیں۔ یہ ہی نہیں بلکہ ہر ایک شئے کی تصویر جس طرح فوٹو گراف میں اُتر آتی ہے۔ اس طرح اُس میں اُتری ہوئی موجود ہوتی ہے۔ پس مسمریزم کا ادنیٰ کا معمول اور ایسے ہی درجہ کا روشن ضمیر یعنی مراقبہ سمادی لگانے والے شروع مشق میں اسٹرل لایٹ کو دیکھتا ہے وہاں اُس کو صدہا قسم کی تصویریں نظر آتی ہیں لیکن یہ عجیب قسم کی ہوتی ہیں جن کا بیان کرنا یہاں ضروری نہیں ہے۔ بعض وقت ایسا ہوتا کہ انسان جب خوب گہری نیند میں سویا ہوا ہوتا ہے تو اُس کے اندرونی حواس تیز ہو جاتے ہیں اور وہ اسٹرل لایٹ میں قسم قسم کی چیزیں دیکھتا ہے جس کو عموماً خواب دیکھنا

کہتے ہیں۔ خواب دیکھنے کے چند سبب ہیں۔ اول غذا کی حرارت، دو بیداری میں کسی خاص بات کا زیادہ خیال اور سوم حواس کا تیز ہو جانا۔ جب غذا کے سبب خواب نظر آتے ہیں تو وہ سونے سے تھوڑی ہی دیر بعد دکھائی دیتے ہیں کیونکہ جب تک غذا ہضم نہیں ہوتی تب ہی تک اپنا اثر کرتی ہے۔ ایسے خواب عموماً دس بجے سے ایک بجے رات تک یا دن کو سوتے وقت دکھائی دیتے ہیں۔ دوسری قسم کے خواب جن میں حافظہ کام کرتا ہے معاً سوتے ہی یا صبح کے 4 بجے کے بعد جب اُٹھنے کا وقت ہوتا ہے اور نیند گہری نہیں ہوتی۔ تیسری قسم کے خواب دو بجے رات سے 4 بجے تک کے درمیان نظر آتے ہیں۔ اول اور دوسری قسم کے خواب یاد رہتے ہیں لیکن تیسری قسم کے کم یاد رہتے ہیں کیونکہ اُن کے یاد رکھنے کے لیے نہایت لطیف حواس کی موجودگی درکار ہے۔ اول اور دوسری قسم کے خواب علی العموم جھوٹے ہوتے ہیں لیکن تیسری قسم کے اکثر سچے ہوتے ہیں۔ اس ہی لیے خوابوں کی تعبیر بتانے والے وقت خواب ضرور دریافت کیا کرتے ہیں۔

اسٹرل لائٹ میں دیکھنے کا ایک علم بھی ہے جس کو سائیکومیٹری کہتے ہیں۔ اس کے ذریعہ آسانی سے انسان لوح محفوظ کے حالات پڑھ سکتا ہے۔ ابتداء میں عامل کی نظر کے سامنے وہاں کی تصاویر اس طرح گزر جاتی ہیں جس طرح کاغذ کے شکارگاہ کی تصویریں گزر جایا کرتی ہیں لیکن پھر اس کو اختیار ہو جایا کرتا ہے کہ اُن کو جتنی دیر تک چاہے روکے رہے۔ چنانچہ امریکہ کے پروفیسر ڈینٹن نے جبکہ اُن کو ایک انگریز نے ایک مکان کے چونے کا ٹکڑا دیکھنے کے لیے دیا تو انہوں نے اسٹرل لائٹ میں دیکھ کر بتا دیا کہ یہ ایک ایسے شہر کے ایک مکان کا چونا ہے جو صدہا سال سے ایک آتش فشاں پہاڑ کے نیچے دبا پڑا ہے۔ پھر اس مکان کے کل حالات بیان کر دئیے۔ درحقیقت یہ پامپیائی شہر کے ایک مکان کا چونا تھا جو مسیح سے 300 برس پیشتر کوہ وسووی لیس کے تلے جو ملک اٹلی میں واقع ہے دب گیا اور اب کھود کر نکالا جا رہا ہے۔

قصہ مختصر جو لوگ دنیا کے لوثوں میں آلودہ ہوتے ہیں۔ اُن کی ارواح زمین کے قریب ہی رہتی ہیں اور بہت عرصہ بعد صاف ہو کر اسٹرل لائٹ سے اوپر گزر کر عالم ارواح میں داخل ہونے پاتے ہیں۔

اکثر لوگوں نے سنا ہوگا کہ فلاں مرد یا عورت مرگئی تھی اور جب اُس کو دفن کرنے یا جلانے کا سب سامان ہو گیا تو وہ جی اُٹھی۔ اور اُس نے وہاں کے حالات بھی بیان کیے کہ وہاں کیا کچھ دیکھا۔ اگر وہ شخص ہندو ہوتا ہے تو اُس کو دہرم راج کی کچہری نظر آتی ہے جہاں بڑے بڑے حساب کی کتابیں ہوتی ہیں۔ بعد حساب کے معلوم ہوتا کہ اس کو نہیں بلایا اور دوتوں کو حکم ہوتا ہے کہ اسے واپس پہنچا دو۔ پس وہ واپس آ جاتا ہے وغیرہ۔ اگر وہ شخص مسلمان ہوتا ہے تو اُس کو ایک بڑی عالیشان مسجد یا کوئی ایسا ہی مقام نظر آتا ہے جہاں فرشتے موجود ہوتے ہیں وغیرہ۔ ایسی باتوں کو سن کر نئی تعلیم والے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ پس آخرت کوئی چیز نہیں ورنہ کیا وجہ کہ دونوں کو یکساں باتیں نظر نہیں آتیں۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ مرکر واپس نہیں آ سکتا صرف کمزوری کے سبب حواس اندرونی میں ذرا ایک تیزی آ گئی تھی۔ اس لیے اُس نے اسٹرل لائٹ میں اپنا پُرانا مذہبی خیال جو اُس کے مذہب میں اُس پر جمایا تھا پڑھ لیا تھا۔ اس حالت میں نبض وغیرہ کل ساکت ہو جاتی ہے۔ اس ہی لیے لوگ اُس کو مرا ہوا جان لیتے ہیں۔ درحقیقت وہ ایک قسم کا ضعف یا سکتہ ہوتا ہے جب اُس سے افاقہ ہوا وہ ہوش میں آ جاتا ہے۔ بعض حالتوں میں عزیز واقارب کی ارواح بھی مریض کو نظر آتی ہیں، یہ سچ بات ہوتی ہے۔ اُس مریض کا صحت پانا غیر یقینی ہو جاتا ہے۔

جو روحیں عالم ارواح میں جانے کے لائق نہیں ہوتیں، وہ ماری ماری پھرا کرتی ہیں۔

پس یہ کہنا کہ جیسی روح ویسے فرشتے لفظاً صحیح ہے کہ جیسے آدمی کے خیالات ہوتے ہیں، ویسا ہی مرنے پر اُس کے قبل نظر آتا ہے جو لوگ دنیاوی زندگی میں بدکار اور گنہگار

ہوتے ہیں۔ اُن کو قالب چھوڑنے کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ ایک تاریک غار میں قید کر دیئے گئے۔ اُن کے پاس کوئی روح نہیں آتی اور اس طرح وہ حیران اور پریشان رہتے ہیں۔

ایک مرتبہ ہمارے ایک حلقہ میں ایک مشہور دہریہ کی روح طلب کی گئی۔ اُس نے آتے ہی لکھا کہ مجھے سخت تکلیف ہے جو سہی نہیں جاتی۔ پھر حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

سوال: آپ کی حالت معلوم کرنے کے لیے آپ کو یہاں طلب کیا ہے۔ اس سے آپ خفا تو نہیں ہوئے؟

جواب: بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ آپ مہربانی کر کے پھر نہ بلائیں۔

سوال: آپ نے پھانسی کھا کر کیوں جان کھوئی تھی؟

جواب: زندگی قائم رکھنے سے مایوس ہو کر ایسا کام کیا تھا۔ پر یہاں آ کر معلوم ہوا کہ ہاں مرے رہنے کی ضرورت نہ تھی۔ عاقبت کا مجھے یقین نہ تھا۔ پھر خیال تھا کہ دنیا میں ہی معاملہ ختم ہو جاتا ہے۔

سوال: مرنے کے بعد آپ کو کیا خیال ہوا تھا؟

جواب: اول یہ معلوم ہوا تھا کہ تاریکی میں کہیں کو چلا جا رہا ہوں لیکن اب یہ بات جاتی رہی ہے۔ مگر یہ معلوم نہیں کہ ابھی اور کیا مصیبتیں جھیلنا باقی ہیں۔

سوال: کیا آپ اپنے بھائی سے ملاقات کیا چاہتے ہیں؟

جواب: نہیں نہیں۔ عیش و آرام کے زمانہ میں تو عیش سب کو تقسیم کرنا چاہیے لیکن اپنی مصیبت میں کسی کو شریک نہ کرنا چاہیے۔ دوسری یہ حالت سن کر رنجیدہ ہوں گے۔

سوال: آپ اپنے دہریہ دوستوں کو کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

جواب: کہہ دینا کہ مجھ بدنصیب کی حالت معلوم کر کے خدا سے منحرف نہ ہوں۔

سوال: کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ آپ کو کس قسم کی تکلیف ہے؟

جواب: بہت کچھ بتا سکتا ہوں۔ اگر تمہارے جمے ہوئے عقیدے کے خلاف کوئی بات صحیح ٹھہر جائے تو تمہارے غرور ٹوٹ جانے سے تم کو کتنا رنج اور تکلیف ہو۔ اُس سے سو گنا مجھے زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ زندگی میں ہمیشہ لوگوں کو عاقبت کے خلاف بحث کر کے قائل کیا کرتا تھا لیکن آج اُس ہی سے کام پڑا ہوا ہے۔ شرم سے کسی کو منہ نہیں دکھا سکتا ہوں۔

الغرض ادنٰی سے ادنٰی روحوں سے مقابل ہونے پر منہ چھپا کر بھاگنا پڑتا ہے۔ اب صرف خدا کی ذات پر ہی بھروسہ باقی ہے۔

باب 12

مرنے کے بعد کی حالت ایک روح کی زبانی

ملک فرانس کے دارالسلطنت شہر پیرس میں عرصہ سے ایک علم روحانی کے شائقینوں کی ایک بہت بڑی سوسائٹی ہے۔ اُس میں وہاں کے بڑے بڑے متمول اور عالم وفاضل لوگ شریک ہیں۔ اُس سوسائٹی والوں کا قاعدہ ہے کہ حلقہ بنانے کے بعد پہلے خدا کی حمد اور ثنا کے گیت گاتے ہیں اور پھر دعا مانگتے ہیں کہ اے رحیم اور قادر مطلق خدا ہم تیری ذات سے امید رکھتے ہیں کہ تو ہمارے حلقہ میں کسی نیک آدمی کی روح ہماری ہدایت کے لیے بھیجے گا۔ کوئی گنہگار اور شریر شخص کی روح ہمیں دق کرنے کو نہ آنے پائے گی۔ پھر خدا کا نام لے کر کہتے ہیں کہ فلاں شخص کی روح ہم لوگ بلانا چاہتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنی مرضی کی موافق ارواح بلا لیتے ہیں۔

اس سوسائٹی کا ایک ممبر سخت علیل ہوا۔ جب اُس نے مرنے کے دن قریب دیکھے تو سوسائٹی کے پریذیڈنٹ کو ایک خط لکھا کہ آپ مہربانی کر کے میرے مرنے کے فوراً بعد ہی میری روح کو طلب کریں اور اُس سے دریافت کریں کہ روح جسم سے کس طرح نکلتی ہے اور پھر کیا کیا ہوتا ہے۔

تھوڑے ہی دنوں بعد اُس شخص کا انتقال ہوگیا۔ ابھی اُس کی لاش دفن ہونے کو باقی ہی تھی اور انتظام ہی ہو رہا تھا کہ سوسائٹی کے لوگ جا پہنچے اور اُس ہی کمرہ میں جہاں

صاحب نے وفات پائی تھی اور جہاں ابھی اُن کی لاش موجود تھی حلقہ بنایا گیا۔ خدا کی حمد وثنا کرنے کے بعد اُن کی روح طلب کی گئی۔ بہت ہی جلد وہ روح آ گئی اور پھر مفصلہ ذیل گفتگو ہوئی۔

سوال: پیارے بھائی آپ کی خواہش کے بموجب ہم لوگوں نے آپ کو بلا لیا ہے۔

جواب: خدا کی تعریف کرو۔ اُس کی عنایت سے میں اس وقت تمہارے پاس آ سکا ہوں، لیکن میں اس وقت بہت ہی کمزور ہوں' تھر تھر کانپ رہا ہوں۔

سوال: مرنے سے قبل تم کو یہاں بڑی تکلیف تھی۔ اس وقت بھی کیا تم کو سب باتیں معلوم ہوتی ہیں؟ دو دن پہلے کی حالت اور آج کی حالت کا مقابلہ کر کے کہو کہ تم کو کیا معلوم ہوتا ہے؟

جواب: پہلے جو کچھ تکلیف تھی اب وہ ذرا نہیں ہے بلکہ اس وقت بڑا آرام معلوم ہوتا ہے۔ میرا جسم تیار ہو گیا ہے۔ گویا نیا جنم ہوا ہے۔ خاکی جسم سے روح کس طرح نکلتی ہے اول کچھ نہ سمجھ سکا کیونکہ ابتدا میں بہت سی ارواح نادانی کی حالت میں ہوتی ہیں۔ لیکن مرنے سے پیشتر جو میں نے اور میرے پیارے لوگوں نے خدا سے دعا مانگی تھی کہ مرنے کے بعد مجھ میں بات چیت کی طاقت بنی رہے۔ اس لیے خدا کے کرم سے میں اس وقت بات چیت کر سکتا ہوں۔

سوال: مرنے کے کتنے عرصہ بعد آپ کو ہوش ہوا تھا؟

جواب: تقریباً نصف گھنٹہ بعد۔ اس لیے خدا کا شکرگزار ہوں۔

سوال: آپ کس طرح جانتے ہیں کہ آپ اس ہی زمین سے وہاں گئے ہیں؟

جواب: اس بارہ میں مجھے کچھ بھی شک نہیں۔ جب میں زمین پر رہتا تھا تو اپنی زندگی دوسروں کی بھلائی میں صرف کرتا تھا۔ اب روحانی زمین میں رہ کر لوگوں میں علم

روحانی کی سچائی پھیلاؤں گا۔ اگر آپ مجھے اس جسم میں دیکھیں تو ہرگز اپنی مٹی کے جسم کی وقعت نہ کریں۔ یہاں یہ مٹی کا بوجھ اٹھانا نہیں پڑتا۔

سوال: تم کو اپنا خاکی جسم (جو قریب ہی پڑا تھا) دیکھ کر کیا خیال پیدا ہوتا ہے؟

جواب: خاکی جسم تو مٹی میں مل جائے گا لیکن اس ہی کے سبب میں آپ لوگوں سے محبت کرتا تھا۔ میری روح کے مکان یعنی میرے جسم نے میری ہی روح کو پاک کرنے کے لیے اتنے عرصہ تک کیا کیا نہیں سہا۔ اے خاکی جسم یہ سب آرام جو مجھے آج میسر ہے تمہاری ہی بدولت ہے۔ یہ خاکی جسم ہی ہے جو انسان کو عیش وتکلیف دے سکتا ہے۔

سوال: کیا آپ کو مرنے کے وقت تک ہوش تھا؟ تب اُس وقت آپ کے قلب کی کیا حالت تھی؟

جواب: ہاں تھا۔ اُس وقت میں خاکی جسم کو ظاہری آنکھوں سے نہ دیکھ سکتا تھا مگر اندرونی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ سکتا تھا۔ دنیا کے سب کام یاد ہونے لگے۔ ٹھیک جسم سے علیحدہ ہونے کے وقت روح کی بینائی جاتی رہی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی غیر جگہ کو تاریکی میں جا رہا ہوں۔ پھر تھوڑی دیر بعد ایک نہایت آرام کے مقام پر پہنچ گیا۔ سب تکلیف بھول گیا۔ دل ایک غیر فانی اور لامحدود عیش میں غرق ہو گیا۔

سوال: آپ کیا جانتے ہیں؟ (پوری بات منہ سے بھی نہ نکلی تھی کہ جواب لکھا جانا شروع ہو گیا)

جواب: جو لکھا ہے سو ضرور بالضرور ہوگا۔ قبرستان اور مردہ کو دیکھ کر لوگوں کو عاقبت یاد آ جاتی ہے اور خدا کے منکروں کو خوف ہو جاتا ہے۔ اس لیے اعتقاد کے متعلق میری جو کچھ رائے ہے اُس کا سب پر اظہار کر دو۔ کیونکہ اس سے بڑا نفع دوسروں کو پہنچنے کی امید ہے۔

پھر جب صاحب موصوف کی لاش قبر میں رکھی جانے لگی تو انہوں نے کہا۔ ''بھائیو موت سے خوف نہ کرو۔ دنیا کی سخت ترین مصیبت میں بھی مستقل رہ کر راہ راست پر چلنے سے اعلیٰ درجہ کا آرام اپنے سامنے دیکھو گے۔ حق کے پھیلانے میں مشغول رہو۔ ایک بات ہمیشہ یاد رکھو کہ دنیاوی عیش حاصل کرنے کے لیے ضرور دوسروں کو تکلیف دینا پڑتا ہے اور عقبیٰ کا عیش جب ملتا ہے کہ دوسروں کو آرام دو۔'' اس روز یہ کہہ کر روح چلی گئی۔

دوسری مرتبہ روح آئی تو حسب ذیل سوال وجواب ہوئے۔

سوال: کیا مرنے کے وقت بڑی تکلیف ہوتی ہے؟

جواب: تکلیف ضرور ہوتی ہے۔ دنیا میں رہنے کا زمانہ بالکل تکلیف کا زمانہ ہے۔ دنیا ایک کھیت ہے جہاں اعمالوں کا بیج بونے کے لیے انسان بھیجا جاتا ہے۔ اس کھیت کا پھل عالم ارواح میں چکھنا ہوتا ہے۔ دنیاوی تکالیف کا جب خاتمہ ہو جاتا ہے تب موت ہوتی ہے۔ روح جسم سے جدا ہونے سے پیشتر اس کا تمام نور کھینچ لیتی ہے۔ اس ہی کو لوگ جان کندنی کہتے ہیں۔ اس کھینچا تانی میں روح بیخبر ہو جاتی ہے۔ یہ بات سب ارواح کے ساتھ نہیں ہوتی۔ اکثر ارواح ہوش وحواس کے ساتھ بات چیت کرتے کرتے جسم سے الگ ہو جاتی ہیں۔

سوال: اچھا جسم سے علیحدہ ہونے کے کچھ پیشتر آپ کی روح عالم ارواح کو دیکھ سکی تھی؟

جواب: اس بات کا جواب پیشتر دے چکا ہوں۔ میں نے وہاں جا کر اپنے عزیزوں کو دیکھا۔ اُن لوگوں نے بڑی خوشی کے ساتھ میرا استقبال کیا۔ چونکہ مجھے اپنا جسم بے مرض اور قوی معلوم ہوا۔ اس لیے میں خوشی خوشی اُن لوگوں کے ساتھ چلا۔ راہ میں میں نے جو چیزیں دیکھیں اُن کی خوبی بیان کرنے کی لائق دنیا میں کوئی زبان موجود نہیں ہے۔ کیونکہ جو شے آپ لوگوں نے نہیں دیکھی اور نہ مثال

دینے کو آپ کے یہاں کوئی دوسری چیز موجود ہے تو آپ کس طرح سمجھ سکتے ہیں۔ پس صرف اتنا سمجھ لو کہ جس کو تم دنیا میں خوشی اور عیش و آرام کہتے ہو' وہ برائے نام ہے۔ آپ کے یہاں کی مشہور سے مشہور مبالغہ آمیز نظم لکھنے والا شاعر بھی یہاں کی ایک ذرا سی بات کی تعریف ہرگز نہیں لکھ سکتا۔

سوال: روح کی شکل کیسی ہوتی ہے؟ کیا ہم لوگوں کی ہی طرح ہاتھ' پیر' آنکھ' ناک ہوتی ہے؟

جواب: ہاں ٹھیک آدمیوں کی ہی طرح سب کچھ ہوتا ہے۔ صرف فرق اتنا ہے کہ انسانوں کا جسم بہت بھدا اور بدصورت ہوتا ہے اور بوڑھاپے اور تکلیف و رنج سے اور بھی برا ہو جاتا ہے لیکن روح کا جسم بہت لطیف ہے۔ آسانی سے چل پھر سکتی ہے اور کبھی بوڑھاپا نہیں آتا۔ ہم جہاں خواہش کریں وہیں رہ سکتے ہیں جس طرح آئینہ کے آر پار نظر آتا ہے۔ اس طرح ہم سب چیزوں میں کو دیکھتے ہیں۔

سوال: آپ لوگ کسی کے دل کی بات کس طرح جان سکتے ہیں؟

جواب: یہ بات تم لوگ نہیں سمجھو گے۔ صبر کے ساتھ دنیا میں بھلائی کرو۔ تب سب سمجھ سکو گے۔ آپ لوگوں کے دل کی بات چاروں طرف ہوا میں نقش بنا دیتی ہے (یعنی اسٹرل لایٹ میں تصور سے تصویریں بن جاتی ہیں جن کا ذکر ہم پیچھے کر آئے ہیں) اس ہی کو ارواح پڑھ لیتی ہیں۔

✪ ✪ ✪

باب 13

زمانہ کی تقسیم حال و ماضی و مستقبل غلط ہیں

ایک ایسے مسئلہ کو توڑنا جس کو دنیا کی آبادی کا 99 فیصدی صفحہ درست جانتا ہو۔ بڑی جرات کا کام ہے کیونکہ ایک شخص جو جمے ہوئے عقیدہ کے خلاف کوئی بات پیش کرتا ہے۔ چاہے اُس کی تحقیقات کیسی ہی صحیح اور مضبوط بنیاد پر ہو مگر لوگ اُس شخص کو کچھ عرصہ کے لیے مذاق اُڑانے کا آلہ سمجھ لیتے ہیں۔ یہ ہی نہیں بلکہ اُس کی جان کے خواہاں اور خون کے پیاسے ہو جاتے ہیں۔

اول تو ہماری یہ کتاب ہی ہندوستان میں ہر فرقہ اور مذہب کے لوگوں میں ہلچل مچا دے گی کیونکہ ارواح کا موجود ہونا اور اس طرح دنیا کے لوگوں سے تعلق رکھنا اور پاس آنا اور بات چیت کرنا' ایک قطعی نیا خیال معلوم ہوگا۔ بہت ہی تھوڑے ایسے لوگ نکلیں گے جو استقلال سے ہماری تحریروں کا امتحان کریں گے (مگر تاہم ہندوستان میں ہمیشہ سے ایسے لوگ چلے آئے ہیں جو اس علم سے واقف نہیں بلکہ اس کے موجد ہیں) دوم بیچ بیچ میں ہم کچھ ایسی باتیں بیان کرنے جاتے ہیں جو بالکل عجیب ہیں۔ اور کسی سے کہو کہ زمانہ ماضی اور مستقبل کوئی بات نہیں ہمیشہ حال ہی رہتا ہے۔ صرف سمجھ کا پھیر ہے تو وہ کہنے والے کا منہ نوچ لے اگر لوگ ان باتوں کی تحقیقات اپنے ہی مذاہب میں کریں تو اس قدر ثبوت مل جائے کہ پھر ہم کو غیر ملکوں کے لوگوں کی سندیں نہ پیش کرنی پڑیں۔ کوئی مذہب ایسا نہیں جس میں اس قسم کے صدہا حوالے نہ ہوں کہ فلاں شخص نے زمانہ ماضی کی بات بتا دی تھی اور فلاں نے زمانہ مستقبل کے لیے یہ پیشین گوئی کی تھی۔ لیکن اس بات پر بہت

ہی کم لوگوں نے غور کیا ہوگا کہ یہ کس طرح ممکن ہے جو لوگ لکیر کے فقیر اور صرف منقول کے قائل ہیں۔ یہ کہہ کر رہائی حاصل کر لیتے ہیں کہ خدا کی قدرت ہے۔ اُس نے ایسی ہی طاقت عطا کر دی اور جو زمانہ حال کے مذہب کے مطابق سختی معقول سر پر اُٹھائے پھرتی ہیں۔ یہ کہہ کر جان بچا لیتے ہیں کہ یہ باتیں قطعی ناممکن ہیں۔ عقل سے باہر ہیں۔

اول قسم کے لوگوں سے ہم کہتے ہیں کہ یہ تو سب کچھ سچ ہے کہ خدا کی قدرت ہے مگر نعوذ باللہ کیا خدا کو تم نے ایسا خیال کر لیا ہے کہ کوئی شے بہر کام بھی اُس کا بلاوجہ خلاف قاعدہ ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اُس نے انتظام کے لیے کچھ ایسے قاعدہ مقرر کر دیے ہیں کہ اُن میں کبھی فرق نہیں آ سکتا۔ پس یہ کب ممکن ہے کہ ان قوتوں کے حصول کا کوئی قاعدہ اور اصلیت نہ ہو۔ دوسری قسم کے ناممکن کہنے والوں سے ہم دریافت کرتے ہیں کہ کیوں صاحب سو برس پیشتر آپ سے اگر کوئی کہتا کہ ایک ایسی گاڑی تیار ہو سکتی ہے کہ جس میں نہ تو بیل لگائے جائیں اور نہ گھوڑے اور لاکھوں من بوجھ لے کر ایک گھنٹہ میں پچاس کوس چلی جائے۔ یا ایک ایسی چیز تیار ہو سکتی ہے کہ ایک لحہ میں ہزاروں کوس کے فاصلہ پر بات چیت ہو سکتی ہے تو آپ کیا جواب دیتے اور اب آپ کا ان ہی باتوں کے لیے کیا جواب ہے؟ پس کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ جس کو تم اس وقت ناممکن کہتے ہو، کچھ عرصہ بعد اُس کو ہی ممکن کہنا پڑے؟

اگر ریل کے ذریعہ ایک انسان گھنٹہ بھر میں پچاس میل جا سکتا ہے تو کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی ایسی ترکیب بھی موجود ہو، جو عوام میں نہ پھیلی ہو کہ جس کے ذریعہ ایک لحہ بلکہ اس سے بھی کم میں انسان دنیا کے چاروں طرف ہی نہیں بلکہ ستاروں تک چلا جائے۔

اعلیٰ درجہ کے یوگیوں کا ذکر ہم اس لیے چھوڑ دیتے ہیں کہ اُن کے علم کے سمجھنے والے ہمارے ناظرین میں بہت کم ہوں گے۔ صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ وہ اپنا جسم لطیف خواہش کرتے ہی جہاں چاہتے ہیں لے جا سکتے ہیں اور یہ ہماری آنکھوں کی دیکھی بات

ہے لیکن منکروں کو ہم ایک ایسی ترکیب بتاتے ہیں کہ ہماری مذکورہ بالا تحریر کا ادنیٰ درجہ کا ثبوت مل جائے۔ علم مسمریزم کے ذریعہ جو بشرط کوشش ایک ماہ میں قدر قلیل تجربات کرنے کے لائق آ جاتا ہے۔ معمول کو ہزاروں کوس بھیج کر خبر منگا سکتے ہیں۔ جہاں معمول سے کہا کہ فلاں مقام پر جاؤ اور وہ منہ سے لفظ جاؤ نکلتے ہی وہاں پہنچ جاتا ہے اور عامل کے پاس بیٹھا ہوا وہاں کی خبریں سناتا ہے جس کا صحیح ہونے کا ثبوت بعد کو بخوبی ہو سکتا ہے۔

اس ہی طرح کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تار سے بھی زیادہ جلد خبر پہنچانے والا آلہ یا ترکیب ایجاد ہو سکے یا کوئی ایسی ترکیب کہ جس میں آلات کی ضرورت ہی نہ رہے؟ تار برقی میں کس طرح خبر چلی جاتی ہے۔ بجلی کا دھکا جو ایک مقام پر دیا جاتا ہے وہ بجلی کے اُن تمام ذروں کو جو دوسرے مقام کے درمیان جہاں خبر پہنچتی ہے واقع ہیں حرکت دے دیتا ہے۔ اس ہی طرح آلہ ٹیلیفون میں ہوا کے باریک ذروں کی حرکت سے بالکل بات چیت ہزاروں کوس پر ہو سکتی ہے۔ صرف اس لیے کہ بجلی کے ابتدائی صدمہ کو کوئی دوسری شئے جو درمیان میں حائل ہو منتشر نہ کر دے یا ہوا کے ذروں کی حرکت کو روک نہ لے۔ ٹیلیگراف میں تار اور ٹیلیفون میں نل کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس اگر کوئی شخص بجلی یا ہوا میں ایسا صدمہ پہنچا سکے جو منزل مقصود سے ادھر منتشر نہ ہو یا نہ رکے تو پھر کوئی ضرورت تار لگانے اور نل استعمال کرنے کی نہ رہے۔ ہمارے بزرگوں کو معلوم تھا کہ بذریعہ قوت ارادی یعنی اِچھا شکتی کے خلا میں جو اکاس تو یعنی خبر موجود ہو اُس میں ایسا صدمہ پہنچایا جا سکتا ہے اور اس ہی طرح وہ عملدرآمد کرتے تھے اور کرتے ہیں۔ مولوی روم نے اپنی مثنوی میں اس طاقت کا کوئی جگہ ذکر کیا ہے اور اُستاد مشرق میں ہو اور شاگرد مغرب میں تو وہیں سے تعلیم ہو سکتی ہے جو لوگ اپنی قوت ارادی کو قوی کر سکتے ہیں۔ اُن کو کسی درمیانی شئے سے امداد لینے کی ضرورت نہیں پڑتی وہ براہ راست وہاں خبر پہنچا سکتے ہیں۔

جس طرح ٹیلیگراف میں بیٹری یعنی اُس آلہ کی ضرورت ہے جس کے ذریعہ خبر ایک مقام سے دوسرے مقام کو پہنچ جاتی ہے۔ اس ہی طرح روحانی طریق پر بھی بیٹری کی ضرورت ہوتی ہے لیکن بیٹری خود خبر بھیجنے والے اور پانے والے کا جسم ہی ہوتا ہے۔ یہ ہم نہیں چاہتے کہ اس کا پورا قاعدہ لکھ دیں لیکن تاہم کچھ اشارۃً لکھیں گے جس کو صوفی لوگ خوب سمجھیں گے۔ یا وہ لوگ جو علم مسمریزم سے واقف ہیں۔

علم مسمریزم کے واقف کار لوگ جانتے ہیں کہ جس شخص پر ایک دفعہ عمل اُن کے ہاتھ سے ہوگیا ہو تو اُس شخص پر لاکھوں کوس کے فاصلہ سے بھی ہر وقت عمل ہوسکتا ہے چنانچہ ہم نے اس قسم کا ایک واقعہ اپنی کتاب زندہ کرامات میں لکھا ہے۔ اس ہی طرح اہل تصوف اپنے مرید کو اپنا معمول بنا لیتے تھے اور بعض جو اُس راز سے واقف ہیں بنا لیتے ہیں۔ پھر جس وقت کوئی بات شاگرد سے کہنی ہوتی ہے تو چاہے وہ کتنے ہی فاصلہ پر کسی کام میں مصروف ہو بذریعہ قوت ارادی خبر پہنچا دیتے ہیں۔ اول شاگرد کو ایک مقناطیسی دھکا محسوس ہوتا ہے جس طرح ایک تار بابو دوسرے کو خبر لینے کے لیے متوجہ کر لیتا ہے۔ پھر جب شاگرد متوجہ ہو جاتا ہے تو جو کچھ پیر کو کہنا ہوتا ہے اُس کے قلب میں آ جاتا ہے۔

پس جب ایسی عجیب وغریب باتیں احاطہ امکاں سے باہر نہیں ہیں تو یہ ثابت کرنا بہت ہی آسان امر ہے کہ زمانہ کی تقسیم لوگوں نے اپنے تسکین کے لیے کر لی ہے ورنہ دراصل ایک غلطی ہے۔ اگر زمانہ صرف حال ہی نہ ہوتا تو ماضی یا مستقبل کی بات معلوم کر لینا بالکل محال تھا۔ کیونکہ جو چیز گزر گئی اور وہ جو آنے والی ہے اُس کا ابھی وجود نہیں ہے لیکن پیشین گوئیاں ہر مذہب کے لوگ مانتے ہیں۔ تاہم یہ ثبوت انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں کے لیے کافی نہیں ہے۔ اُن سے لڑنے کے لیے انگریزی ہی ہتھیار چاہئیں۔ انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں سے ہماری مراد ہمیشہ بی۔اے اور ایم۔اے والے لوگوں سے ہے۔ پس ہر انگریزی خواں واقف ہے کہ آواز ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچنے میں عرصہ لگاتی ہے۔ روشنی کی چال آواز کی چال سے بہت تیز ہے۔ سب لوگوں نے دیکھا ہوگا کہ جب

توپ یا بندوق داغتے ہیں تو سامنے فاصلہ پر کھڑے ہوئے شخص کو اول روشنی نظر آتی ہے پھر آواز۔ یا جب ابر ہوتا تو اول بجلی کی چمک نظر آتی ہے اور پھر بادل کی گرج یہ بات بھی ہر انگریزی خواں جانتا ہے کہ سیارہ چاند زمین سے بہت فاصلہ پر ہے۔ فرض کرو کہ آواز کی چال فی منٹ ہزار کوس ہے اور چاند زمین سے نو لاکھ میل کے فاصلہ پر ہے اور ایک شخص چاند پر کھڑا ہے اور دوسرا بیچ آسمان اور ایک زمین پر تو حساب سے زمین کی آواز 15 گھنٹہ میں چاند پر پہنچے گی۔ فرض کرو کہ زمین سے ٹھیک صبح کے چھ بجے توپ داغی گئی۔ اُس شخص کے لیے جو زمین پر ہے چھ بجے ایک سیکنڈ پر وہ آواز ماضی ہوگئی اور اوسط والے کے لیے ساڑھے سات گھنٹہ ابھی زمانہ مستقبل آواز موجود ہے اور جو چاند پر ہے اُس کے لیے پورے پندرہ گھنٹے مستقبل ہے۔ ساڑھے سات گھنٹے بعد وسط کے شخص کے لیے زمانہ حال ہوگا اور زمین کے شخص کو ساڑھے سات گھنٹہ مستقبل۔ اور علی ہذا القیاس پس خیال کرلو کہ ایک ہی وقت میں ایک وقوعہ کو تین شخص تین مختلف زمانہ میں واقع ہونا سمجھ رہے ہیں اور دراصل ایک ہی زمانہ حال ہے۔

اس ہی بنیاد پر اُن سیاروں کے باشندے جو بے شمار کوسوں کے فاصلہ پر ہیں برسوں کے تفاوت میں آواز سنیں گے اور وہ سب کے لیے ایک زمانہ مختلف ناموں سے موسوم ہوگا۔ ہم نے یہ باب اس لیے لکھا ہے کہ دہریہ لوگ اس بات سے واقف ہو جائیں کہ قدیم مذاہب کی کتب میں جہاں کہیں خدا کو حاضر ناظر اور تینوں زمانہ کے حالات سے واقف لکھا ہے۔ وہ اس ہی اصول پر لکھا ہے کیونکہ خدا ہی نہیں بلکہ اگر انسان بھی کوئی ایسی ترکیب نکال لے جو تینوں مقامات پر ایک ہی دم موجود رہ سکے تو اُس کے لیے بھی زمانہ ایک ہی رہ جائے یعنی حال ہی رہے۔

پس جو کچھ حالات روحیں گزشتہ یا مستقبل کے بتاتے ہیں وہ اسٹرل لائیٹ سے یا خود سائل کے اوڈ ایل سے پڑھ کر بتا دیتی ہیں۔ یہ تعجب کی یا ناممکن بات نہیں ہے۔

✪ ✪ ✪

باب 14

سیلف مسمرزم یا خود روشن ضمیر بننا

عوام کے لیے اس سے زیادہ دلچسپ سوال ہو نہیں سکتا کہ وہ خود کس طرح روشن ضمیر بنیں اور تینوں زمانوں کے حالات معلوم کریں۔ کل مذاہب جو روحانیت سے مس رکھتے ہیں۔ اس امر کے جاننے کے خواہشمند ہوتے چلے آئے ہیں۔ روشن ضمیر بننے کی ترکیبیں کچھ ایسی آسان ہیں کہ جب کسی شخص کو معلوم ہو جاتی ہیں تو وہ ہرگز اُس کی آزمائش اور تجربہ کرنے کی پروا نہیں کرتا۔ اس ہی لیے فقرا کا فرقہ جو اس راز کا محافظ ہوتا ہے۔ بڑی بڑی آزمائشوں کے بعد یہ باتیں بتایا کرتا ہے تاکہ سائل معلوم کر کے اُس کی بے قدری نہ کرے جو چیز بے وقت حاصل ہوتی ہے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔

جس طرح روشن ضمیری کے مختلف مداح ہیں۔ اس ہی طرح پیشین گوئیاں بھی مختلف اقسام کی ہوتی ہیں۔ ایک قسم پیشین گوئی کی وہ ہے جس کا مفصل ذکر ہم اپنی کتاب زندہ کرامات میں کر چکے ہیں اور جو معمول کو حالت روشن ضمیری پیدا کر کے کرائی جاتی ہے۔ اُس قاعدہ کو پھر یہاں درج کرنا باعث طول عمل ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جس کا ذکر اس کتاب میں کیا گیا ہے کہ بذریعہ ارواح ہوتی ہے مگر یہ دونوں مذکورہ بالا طریقے ایسے ہیں جنہیں بلا امداد دوسرے شخص کے حامل بذات خود کچھ نہیں کر سکتا۔ گو دونوں طریقے نہایت دلچسپ اور آسان ترین ہیں۔ اور یقینی یہی ہیں لیکن جو قاعدے کہ ہم اپنے اوپر حالت

روشن ضمیری طاری کرنے یا قوت پیشین گوئی حاصل کرنے کے آئندہ بیان کریں گے وہ اگر درست بیٹھ جائیں تو لاجم ہیں۔

تیسری قسم بذریعہ تعبیر خواب بتانے کی ہوتی ہے۔ خواب کی فلسفی اصلیت ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں۔ چوتھی قسم بذریعہ شگون یعنی بذریعہ پاس انفاس کے پیشین گوئی کرنا ہے۔ ہم علم سرودے یعنی علم پاس انفاس کے متعلق ایک مستند کتاب سے بہت کچھ انتخاب کریں گے اور چونکہ اُس کتاب کا بیان ہمارے تجربہ کے مطابق ہے۔ اس لیے ہم زور دیتے ہیں کہ ناظرین اُس کو غور سے پڑھیں گے اور ضرور تجربہ کرنے کی تکلیف گوارا کریں گے۔

روشن ضمیری حاصل کرنے کا اول طریق:

ایک شیشہ یعنی کانچ کا نہایت شفاف پیالہ جو اس شکل کا ہو۔ کسی سوداگر کے یہاں سے خریدلو۔ اُس کی تلی میں اس قدر فوٹوگرافی میں استعمال کرنے کی چاندی کی سیاہی لگا دو اور خوب سکھالو۔ یہ سیاہی سوداگروں کے یہاں بکثرت مل سکتی ہے لیکن کہیں سفید باقی نہ رہ جائے۔ رات کے تین یا دو بجے کے وقت ضروریات سے فارغ ہو کر اور خوب منہ ہاتھ دھو کر اور اگر موسم مناسب ہو تو نہا کر کسی صاف وستھرے کمرہ میں جہاں مختلف اقسام کا اسباب وغیرہ بھی نہ ہو زمین پر کشا کہاس کے آسن یعنی چٹائی پر اطمینان سے بیٹھو اور اس پیالہ کو جہاں تک سیاہی لگی ہوئی ہے پانی سے بھر دو۔ اور ایک لیمپ اس پیالہ کے قریب جلا کر رکھو۔ اُس لیمپ کے اوپر نہایت موٹے کاغذ کا ایسا فانوس بنا کر رکھ دو کہ روشنی صرف ایک مرکز میں جمع ہو کر اُس پیالہ کے پانی میں پڑے۔ کچھ طریقے اس تصویر سے سمجھو۔

یا اس کام کے لیے انگریزی آلہ موجود ہے جس کا نام لایت ملٹپلا میہ ہے اور جو دو تین روپیہ کو بمبئی، کلکتہ سے مل سکتا ہے منگالو۔ جب اس طرح روشنی پیالہ میں پڑنے لگے

تو غور سے نظر جما کر اُس پانی میں دیکھو لیکن قلب بالکل یکسو رہے۔ اکثر اوقات چند منٹ ہی دیکھنے کے بعد اُس سیاہی میں سفید سفید بادل کے سے ٹکڑے چلتے ہوئے نظر آنے لگیں گے لیکن پھر بھی برابر غور سے دیکھتے جاؤ اور بالآخر عجیب وغریب مشاہدات ہوں گے۔ جن کو ہم اس لیے درج نہیں کرتے ہیں کہ کہیں عامل اپنے خیال سے جو اُس کو پیشتر معلوم ہو چکے ہیں نہ بنالے جو لوگ اس مشق کو کریں گے وہ خود دیکھ لیں گے کہ ہم نے کیا لکھا ہے۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اگر عامل تیز حس ہوگا تو بہت جلد کامیاب ہوگا۔ ورنہ بدیر۔

دوسرا طریقہ:

سورج طلوع ہونے سے قبل اور ضروریات سے فارغ ہو کر مذکورہ بالا طریق سے آسن پر بیٹھو اور ایک جوار کا دانہ زمین پر رکھو اور اُس کی طرف بلا آنکھ جھپکائے دیکھتے رہو۔ اول اول آنکھوں میں چرمراہٹ ہوگا اور پانی بھر آئے گا لیکن پھر رفتہ رفتہ عادت ہو جائے گی۔ کچھ دنوں دیکھنے کے بعد یہ دانہ نظر نہ آیا کرے گا یعنی جہاں چند منٹ اُس کی طرف دیکھا اور غائب ہوگیا۔ پھر جب یہ نوبت پہنچ جائے تو ایک بڑا دانہ منگا لو اور اُس کی طرف دیکھو۔ پھر یہ بھی غائب ہونے لگے گا۔ جب یہ بھی غائب ہو جانے لگے تو ایک نصف تختہ فلس کیپ کاغذ پر ایک اور سیاہ نشان روپیہ کے برابر بنالو۔ اُس کے بیچ میں کہیں سفیدی باقی نہ رہ جائے۔ اُس کاغذ کو دیوار پر اپنی نظر کے مقابل لگا دو اور نظر جما کر دیکھا کرو۔ ابتدا میں اس قرص کے چاروں طرف ایک روشنی نظر آئے گی لیکن وہ متحرک رہے گی اور پھر رفتہ رفتہ داغ سفید نظر آنے لگے گا۔ پھر شب کو چراغ پر نظر جماؤ جب یہاں تک کامیابی ہو جائے تو قبل طلوع آفتاب سے کسی میدن میں جا کھڑے ہو اور سورج کے قرص پر نظر جما کر دیکھو اور اس ہی طرح جب غروب ہونے کو ہو تب عمل کرو۔ ایسا کرنے سے قلب پر گرمی معلوم ہوگی لیکن اس سے کوئی نقصان نہیں ہوسکتا۔ جب خوب

نظر جمنے لگے تو رات کے وقت چاند پر یہی مشق کرو۔ جب اُس پر بھی نظر جمنے لگے تو اُس وقت جس کا ذکر ہم ترکیب اول میں کر آئے ہیں اور اُس ہی طریق سے آسن پر چار زانو بیٹھو اور اپنی آنکھیں بند کر کے اُس تاریکی میں جو آنکھ کے بند کرنے سے ہو جاتی ہے غور سے یکسو قلب کر کے دیکھو۔ آئندہ جو کچھ نظر آئے گا اُس کا درج کرنا ہم قبل از وقت خیال کرتے ہیں جو لوگ اس مشق کو کریں اپنے تجربات سے ہم کو اطلاع دے سکتے ہیں اور ضروری ہدایات حاصل کر سکتے ہیں۔ اس مشق کا ادنیٰ نفع یہ ہے کہ اس کا عامل ہر مرض کو ایک لمحہ میں دور کر سکتا ہے۔ مرض دور کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ ایک گلاس میں دو تین تولہ پانی لو اور اگر مرض سردی سے ہے تو بذریعہ تصور اُس پانی میں سورج دیکھو اور اگر گرمی سے ہے تو چاند۔ جب عامل نظر جمائے گا تو جس سیارے کا خیال کرے گا وہ ہی نظر آنے لگے گا۔ نظر جماتے وقت خواہش کرنی چاہیے کہ مرض دور ہو جائے اور پھر وہ پانی مریض کو پلا دو۔ فوراً پانی حلق سے اُترتے ہی صحت ہو جائے گی۔ دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ اگر عامل کو کہیں تاریکی میں جانا ہے تو اگر وہ چند لمحہ چراغ کی لو پر نظر جما کر جس طرف کو دیکھے گا۔ اُس کے آگے روشنی ہوتی جائے گی اور یہ روشنی میلوں تک قائم رہے گی۔ اگر تاریک کمرہ میں بیٹھ کر دیوار پر نظر جمائے گا تو کمرہ دفعتاً روشن ہو جائے گا۔ اس مشق کے عامل کو ترک حیوانات ضروری ہے حتیٰ کہ کوئی گرم غذا بھی استعمال نہ کرے اور دن میں دو مرتبہ غسل کرے۔

تیسرا طریقہ:

رات کے وقت حسب ہدایت مذکورہ اطمینان سے اُس پر چار زانو بیٹھو اور آنکھیں بند کر کے کسی بزرگ اور نیک شخص کی تصویر تصور میں جماؤ۔ جب خوب تصور جمنے لگے گا تو دفعتاً ایک پردہ سا اُٹھ جائے گا اور عجیب وغریب مشاہدات ہوں گے جس کا بیان کرنا قرین مصلحت نہیں سمجھا گیا۔ یہ طریقہ ایک ایسے فرقہ کے فقراء کا ہے جواب موجود ہے وہ

اس طریقہ کو بڑی دقت سے بتاتے ہیں اور یہ اُن کے یہاں کا گویا اصلی گر ہے۔ ہم اس راز کو زیادہ فاش کرنا مناسب نہیں خیال کرتے۔

ان ترکیبوں کے لکھنے کے بعد یہ کہہ دینا بھی ضروری ہے کہ عامل اولؔ درجہ کا متقی اور پرہیزگار ہو۔ دل نہایت ہی صاف اور خداترس ہو۔ اُس کے خیال تک میں بدی نہ آنے پائے ورنہ جہاں جملہ نیک خصائل کو جو اُس کی فطرت میں داخل ہیں ترقی ہوگی وہاں بدعادتوں کو بھی ترقی ہوگی۔ چونکہ موجودہ زمانہ میں انسان میں بدیاں بہ نسبت نیکیوں سے زیادہ ہیں۔ اس لیے بدیوں کا تخم قبل مشق اُکھاڑ کر پھینک دینا اشد ضروری ہے جس طرح زمین پر بارش کا اول چھینٹا پڑنے سے سب قسم کی گھاس پھوس جم کھڑی ہوتی ہے۔ اس ہی طرح روحانی پانی سینچنے سے انسان کی جملہ مخفی خصلتیں بھڑک اُٹھتی ہیں اور بدعادتیں نیک کو دبا ڈالتی ہیں جس طرح کانٹے کے درخت پھلدار درختوں کو دبا ڈالتے ہیں۔ اس لیے عامل کو چاہیے کہ اثنائے عمل میں نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھے۔ اخلاق اور مذہبی کتابوں کا مطالعہ کیا کرے۔ کم بولے۔ صاف و پاک رہے۔ ورنہ خراب عادتیں مثلاً غصہ، حسد، طمع، حرام کاری کی عادت وغیرہ وغیرہ زیادہ ہو جائے گی۔ آئندہ باب میں ہم علم پاس انفاس لکھیں گے اور بتائیں گے کہ شگون بتانے کا فلسفہ کیا ہے اور وہ عمل کس طرح حاصل ہو سکتا ہے۔ خواب اور اُن کی تعبیروں کے متعلق ہم بیان لکھنا غیر ضروری خیال کرتے ہیں۔

✪ ✪ ✪

باب 15

علم پاس انفاس

زبان سنسکرت میں اس علم کو سردویہ کہتے ہیں جس کے لغوی معنی یہ ہیں کہ سر۔ نفس دادے۔ طلوع یعنی نفس کا طلوع یعنی سر کا باقاعدہ چلانا۔ اس علم کا ادنیٰ نتیجہ یہ ہے کہ اس کا عامل معلوم کر لیتا ہے کہ دنیا کس طرح ظہور میں آئی۔ کس طرح اس کی ہستی قائم ہے اور کس طرح نیست ہوگی۔ یہ امر سب کو قبول ہے کہ دنیا عناصر سے مرکب ہے اور ان سے ہی قائم ہے اور بالآخر ان میں غائب ہوگی۔ پس جس شخص کو عناصر سے کامل واقفیت ہو جائے تو مذکورہ بالا سوالات کا جواب اُس کو معلوم کرنا ادنیٰ بات ہے۔ اہل اسلام نے چار عناصر مانے ہیں لیکن ہنود پانچ تتو بیان کرتے ہیں۔ عناصر یعنی تتو کے نام حسب ذیل ہیں۔ والو یعنی عنصر ہوائی، تیجس یعنی عنصر آتش، آپس یعنی عنصر پانی، پرتھوی یعنی عنصر خاکی اور پانچواں تتو آکاش ہے جس کا مرادف کوئی لفظ نہیں ملتا ہے۔ ان سب عناصر کا خالق وہ ذات واحد معبود حقیقی ہے۔ ہنود کے یہاں عناصر کی پیدائش یوں لکھتی ہے کہ اول آکاش تتو پیدا ہوا۔ اس عنصر کی خاصیت یا گن آواز ہے۔ چنانچہ مذہب عیسوی اور مذہب اسلام دونوں اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ دنیا لفظ سے یعنی ایک آواز سے بنی ہے۔ ہم کو اس سے کچھ بحث نہیں ہے کہ وہ لفظ کن تھا یا کیا عیسائیوں کے عہدنامہ میں

جدید میں یوحنا نبی کی انجیل کا یہاں کچھ حوالہ دینا خالی از دلچسپی نہیں ہے۔ (دیکھو باب اول) ''ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا۔'' اس حوالہ دینے سے ہماری غرض یہ ہے کہ اہلِ ہنود کی تحقیقات متعلق عناصر گہری معلوم ہوتی ہے کیونکہ اگر آکاش تتو اول نہ ہوتا و آواز کا ہونا ازروی سائنس بھی محال تھا۔ کیونکہ انگریزوں کی تحقیقات بھی یہ ہی لکھتی ہے کہ آواز ایتھر کا خاصہ ہے۔ گویا ایتھر آکاش کا کثیف ترین مرتبہ کے نام ہونا بھی ناموزوں ہے۔ باقی ماندہ عناصر اُس ترتیب سے پیدا ہوئے جس طرح کہ ہم نے اوپر لکھے ہیں۔ اہل ہنود کا خیال ہے کہ ان عنصروں کا سوکشم شریر یعنی جسم لطیف صرف یوگیوں کو ہی نظر آ سکتا ہے لیکن ہم آئندہ چل کر کل طریقہ بتائیں گے جس سے ہر شخص کامیابی حاصل کر سکے۔

مذکورہ بالا تتوں سے آج کل لوگ کچھ اور ہی مطلب لیتے ہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ پرتھوی سے مراد زمین ہے جس پر ہم چلتے پھرتے ہیں۔ آپس یا جل سے مراد پانی ہے جس سے ہم نہاتے ہیں، کھانا پکاتے ہیں اور پیتے ہیں۔ تجس سے وہ آگ سمجھتے ہیں جس سے حقہ پیتے ہیں۔ وایو سے ہوا مراد لیتے ہیں جس سے بارش ہوتی ہے اور آکاش سے آسمان مراد لیتے ہیں جو انتہا نظر کا نام ہے لیکن ہنود کی یہ مراد ہرگز نہیں ہے کیونکہ مذکورہ بالا ہر عنصر میں پانچواں تتو موجود ہیں۔ ہاں یہ کہنا کسی قدر درست ہے کہ جو چیز جس عنصر کے نام سے ظاہر کی جاتی ہے اُس میں وہ عنصر زیادہ شامل ہے۔

علم سرودی کی تحقیقات ہے کہ ہر عنصر کا جداگانہ رنگ، مزہ، شکل، خاصیت و چال ہے اس بات کا علمی ثبوت دینا فضول ہے کیونکہ ہر شخص جو عمل کرے گا خود جان لے گا۔ یہ حال نقشہ ذیل سے معلوم ہوگا۔

نمبر شمار	رنگ	مزہ	شکل	خاصیت	چال	کیفیت
-1	آکاش کا رنگ سیاہ ہے	کڑوا	کان	سرد	ایک اونگل	جس وقت ناک کے پاس
-2	وایو کا سبز	ترش	گول	متحرک	آٹھ اونگل	ہاتھ لگا کر دیکھو گے کہ
-3	اگنی کا سرخ	چرپرا	مثلث	گرم	چار اونگل	سانس کتنی دور تک
-4	پرتھوی کا زرد	میٹھا	چوگوشہ	وزن	بارہ اونگل	پہنچا ہے تو ناک سے جس قدر
-5	جل کا سفید	میٹھا	ہلال	سرد	سولہ اونگل	فاصلہ پر ہوگا وہی ہوتا ہے چل رہا ہوگا

تتوں کی چال بلحاظ وقت:

یہ ہم آئندہ بیان کریں گے کہ ہر ایک نتھنے سے ایک سر پانچ گھڑی تک چلتا ہے اور پھر دوسرے نتھنے سے چلنے لگتا ہے۔ ان پانچوں گھڑیوں میں نمبروار پانچوں تتو اپنا اپنا دورہ کر جاتے ہیں۔ سر شروع ہونے کی اول گھڑی میں وایو تتو چلتا ہے۔ دوسری میں اگنی۔ تیسری میں پرتھوی۔ چوتھی میں جل باقی ماندہ پانچویں گھڑی میں آکاش تتو چلتا ہے مگر اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ جس طرح اور تتو گھڑی بھر تک چلتے ہیں۔ اس ہی طرح آکاش تتو بھی چلتا ہے۔ بلکہ آکاش اپنا واقفہ متفرق گھڑیوں میں تھوڑی تھوڑی دیر چل کر پورا کر لیتا ہے۔ اس طرح 24 گھنٹہ یعنی دن رات میں کل تتوں کے بارہ دورے ہوتے ہیں۔ مذکورہ بالا تتوں کا ذکر بلحاظ مفرد ہوا ہے لیکن ان پانچوں کے میل جول سے ہر ایک کی پانچ مرکب قسمیں بھی بن جاتی ہیں۔ مثلاً آکاش تتو غالب ہے تو اُس کی پانچ مرکب اقسام یہ

ہوں گی (آکاش۔آکاش) (آکاش۔اگنی) (آکاش۔وایو) (آکاش۔اگنی (آکاش۔پرتھوی) (اور آکاش جل)۔ اس ہی طرح باقی ماندہ تتوں کے مرکب کی اقسام سمجھ لینا چاہیے۔ یہ بات بذریعہ حساب بھی معلوم ہوسکتی ہے کہ کس وقت کون سا عنصر غالب ہے لیکن شاغل کو حساب لگانے کی احتیاج نہیں ہوتی کیونکہ ہر عنصر کا رنگ بروقت اُس کی نظر کے روبرو معلوم ہوتا رہتا ہے۔

تتوں کی چال بلحاظ سمت:

1- پرتھوی تتو، جل تتو اور اگنی تتو کے بیچ میں چلتا ہے۔
2- جل تتو ہمیشہ نیچے کو چلتا ہے۔
3- اگنی تتو ہمیشہ اوپر کو حرکت کرتا ہے۔
4- وایو تتو ہمیشہ آڑا حرکت کرتا ہے۔ اُس کا ترچھا پن اگر وایو تتو چندرماں کا چل رہا ہے تو بائیں جانب کو ہوگا اور اگر سورج کا ہے تو دائیں جانب کو۔
5- آکاش تتو ہمیشہ ناک کے قریب ہی رہ جاتا ہے۔ اس لیے اُس کی کوئی سمت قرار نہیں دی جاتی۔

سر کی چال:

اس علم میں ماہ قمری مستعمل ہوتا ہے اور اس قسم کے مہینے کی دو حصہ ہوتے ہیں جن کو سنسکرت میں پکشن کہتے ہیں۔ اول وہ پکشن جس میں چاند گھٹتا ہے۔ اُس کو کرشن پکشن یعنی تاریک حصہ کہتے ہیں۔ دوسرا وہ جس میں چاند بڑھتا ہے اُس کو شکل پکشن یعنی روشن حصہ کہتے ہیں۔ علم سرودی کی اصطلاح میں اول حصہ کو سورج پکشن اور دوسرے کو چندرماں پکش بھی کہتے ہیں۔ چندر پکش کی پڑوا یعنی اول تاریخ کو وقت طلوع آفتاب تندرست آدمی کا چندرماں یعنی بائیں نتھنے سے سانس چلتا ہے اور متواتر تین دن تک یعنی پڑوا۔ دوبج اور تیج کو (پہلی، دوسری، تیسری تاریخ کو) یہ ہی سر وقت طلوع آفتاب چلے گا

اور اس ہی طرح پر تیسرے روز تبدیل ہوتا رہے گا۔ سورج پکش کی پڑوا کو وقت طلوع آفتاب سورج سر چلے گا اور مذکورہ بالا طریقہ سے ہر تیسرے روز بدلتا رہے گا۔ ہر ایک سر پانچ گھڑی یعنی تقریباً دو گھنٹہ تک چلتا ہے۔ اوپر کے بیان سے ظاہر ہے کہ دونوں حصص ماہ میں سر دائیں اور بائیں جانب سے چلتا ہے۔ ماہران علم پاس انفاس جسم کی بائیں جانب اڑا ناڑی پھیلی ہوئی مانتے ہیں اور دائیں جانب پنگلا وسط جسم میں جو ناڑی پھیلی ہوئی ہے اُس کو سشمنا کہتے ہیں۔ باوجودیکہ بموجب تحقیقات یوگیاں ہند جسم انسان میں کل بڑی ناڑیاں دس ہیں لیکن علم سرودی میں ان تین ہی ناڑیوں سے کام پڑتا ہے جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ مذکورہ بالا دس ناڑیوں میں سر بذریعہ دس وایو کے ظاہر ہوتا ہے۔ دس وایو سے یہ سمجھنا لینا چاہیے کہ دراصل ان دس ناڑیوں میں دس گیس حرکت کرتی ہیں۔ بلکہ لفظ وایو سے ایک قسم کی قوت مراد تھے جس کی مرادف سنسکرت کے سوائے کسی دوسری زبان میں خط میسر نہیں آتا۔ اس ہی طرح ناڑیوں سے بھی وہ رگیں مراد نہیں ہیں جو ڈاکر لوگ علی العموم جسم میں پھیلی ہوئی بیان کرتے ہیں۔ یہ نہایت باریک ہیں جن کو یوگی لوگ معلوم کرسکتے ہیں۔

پس دونوں پکشوں میں سر اڑا اور پنگلا ناڑی سے ہی چلتا ہے۔ سشمنا سے اُس وقت چلتا ہے کہ جب اڑا سی پنگلا میں یا پنلا اڑا سی میں تبدیل ہوتا ہے۔ ایسی حالتیں بھی ہیں نہیں سشمنا چلتا ہے۔ اڑا ناڑی کو بعض وقت چندر ناڑی بھی کہتے ہیں اور پنگلا کو سورج۔ اس ہی وجہ سے جب سر چندر ناڑی سے چلتا ہے تو اُس کو کہتے ہیں کہ سورج سر چل رہا ہے۔ ان کی وجہ تسمیہ یہ بھی ہے کہ جب سانس اڑا ناڑی سے چلتا ہے تو جسم میں ٹھنڈک پڑ جاتی ہے اور جس وقت ہنگلا سے چلتا ہے تو جسم میں گرمی پڑ جاتی ہے اور یہ ہی چندرماں اور سورج کا ان ناڑیوں سے تعلق ہے۔ دس وایو جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے اُن کے نام اور مقام قیام حسب ذیل ہیں۔

1- پران وایو۔ اس کا مقام سینہ ہے۔

2- اپان وایو۔ اس کا مقام فضلہ نکلنے کی جگہ ہے۔

3- سمان وایو۔ مقام اس کا ناف ہے۔

4- اُدان وایو۔ مقام حلق ہے۔

5- ویان وایو۔ اس کا مقام کوئی خاص نہیں کل جسم میں پھیلی ہوئی ہے۔

6- کورام وایو۔ آنکھوں میں رہتی ہے اور جس کی وجہ سے آنکھیں کھلتی ہیں۔

7- کرکل وایو۔ معدہ میں رہتی ہے اور اشتہا لگاتی ہے۔

8- ناگ وایو۔ قے لاتی ہے۔

9- دیووت وایو۔ جنوائی لاتی ہے۔

10- دہنجی وایو۔ جو بعد مرنے کے بھی جسم میں رہتی ہے

یہ دس وایو یا قوتیں دس ناڑیوں میں کام کرتی ہیں مگر یہ نہ سمجھو کہ ایک ناڑی میں ایک وایو مفرداً کام کرتی ہے۔ اگر یہ اپنا کام اسلوبی کے ساتھ کرتی ہوں تو پھر بیماری پاس نہیں آتی۔ ورنہ انسان کی تندرستی میں فرق آ جاتا ہے۔ یونانی اطبا بیماری کی علت غائی خلطوں میں فرق آ جانا بتاتے ہیں۔ الغرض وایو کی درستی پر انسانی صحت کا مدار ہے۔ علم سرودی کا شاغل ان سب کو بالترتیب رکھتا ہے اور کام لیتا ہے۔ اور اس ہی سبب اُس کے قریب مرض نہیں آتا اور اگر آمد ہوتی ہے تو وہ پیشتر سے معلوم کر لیتا ہے اور روک سکتا ہے۔

ان دس وایو کی کنجی پران وایو ہے جو ہوا کو اڑا۔ پنگلا اور سشمنا کے ذریعہ اندر پہنچاتی ہے جبکہ ہوا اڑا سے کھینچتی ہے تو سانس بائیں نتھنے سے چلتا ہے اور جب پنگلا سے کھینچی جاتی ہے تو دائیں سے اور جب سشمنا سے کھینچا جاتا ہے تو دونوں نتھنوں سے چلتا ہے۔ دائیں اور بائیں نتھنوں سے سانس چلنے کے لیے وقت معین ہیں اگر ان کو خلاف چلے تو جان لو کہ یا تو مرض آ گیا یا آنے والا ہے۔

○ ○ ○

باب 16

علم پاس انفاس کے ادنیٰ کرشمے

جب ہم عام طور پر بلاتخصیص یہ علم سکھانے اور اُس کی عظمت اور بزرگی ثابت کرنے پر آمادہ ہیں اور اس کتاب میں مفصل طریقے اُس کے حصول کے درج کیے دیتے ہیں و شاید پھر اُس کے متعلق کوشش کر کے خود تجربہ کر کے نہ دیکھنا ہمارا قصور نہیں ہے جو شخص تعصب کو علیحدہ رکھ کے ذرا بھی تکلیف گوارا کرے گا۔ وہ ایک دن میں اپنی رائے قائم کر لے گا کہ ضرور یہ علم اس قابل ہے کہ اس پر اپنا وقت عزیز صرف کیا جائے۔ آج تک یہ علم ایسے لوگوں کے ہاتھ میں تھا جو اس کو چھپاتے پھرتے تھے اور بالفرض وہ سکھانے کی جرات بھی کرتے تو آج کل کی علیم اُن کی زبان بند کر دینے کو تیار تھی۔ کیونکہ وہ لوگ نئی تہذیب والوں سے اُن کی ہی زمین پر لڑنا نہ جانتے تھے لیکن ہم اُن سے ذرا بھی خوف نہیں اور سائینٹیفک اصول پر دانت کھٹے کرنے کو ہر وقت آمادہ اور مستعد ہیں جو لوگ آزمائش کیا چاہتے ہیں وہ بآسانی تحقیقات کر سکتے ہیں اور اُن کو تھوڑے ہی عرصہ میں معلوم ہو جائے گا کہ اس بھولے ہوئے علم میں کیا کیا خزانے پوشیدہ ہیں۔ اس علم کے قواعد حصول سکھانے سے پیشتر اعتقاد جمانے کے لیے چند معمولی اور چھوٹے چھوٹے کرشمے کرنے کی ترکیب بتاتے ہیں۔

دن میں کسی وقت دیکھو کہ کون سے نتھنے سے سانس آتا ہے۔ فرض کیا کہ بائیں سے آتا ہے۔ اب اگر ایک چھوٹا سا تکیہ لے کر بائیں جانب تقریباً پانچویں پسلی کے قریب رکھ کر دباؤ گے یا بائیں کروٹ لیٹ جاؤ گے تو ایک یا دو ہی منٹ میں سانس دائیں نتھنے سے چلنے لگے گا۔ اس ہی طرح اگر دائیں کروٹ لیٹ جاؤ یا تکیہ رکھ کر دباؤ گے تو بائیں نتھنے سے چلنے لگے لگا۔

تندرست آدمی کے لیے ایک اور تجربہ لکھتے ہیں۔ اپنے کسی دوست سے کہو کہ اپنے دل میں کوئی رنگ فرض کرلو۔ پھر اپنی ناک کے نتھنے کے قریب ہاتھ لے جا کر دیکھو کہ سانس کہاں تک پہنچتا ہے (یہ ضروری ہے کہ سانس معمولی طور پر لیا جائے زور سے نہ لیا جائے) ابتدا میں یہ دریافت کرنا ذرا ایک مشکل ہوگا کہ سانس کہاں تک پہنچتا ہے مگر رفتہ رفتہ مہارت ہو جائے گی اور صحیح معلوم ہونے لگے گا کہ سانس کہاں تک نیچے آتا ہے۔ اگر سانس 13 اونگل تک نیچے پہنچتا ہے تو آپ کے دوست نے سفید رنگ لیا ہے۔ کیونکہ جل تتو کا رنگ سفید ہے اور جب وہ چلتا ہوتا ہے تو 16 اونگل تک نیچے پہنچتا ہے۔ اگر 12 اونگل ہے تو زرد لیا ہوگا۔ اگر 18 اونگل تک پہنچتا ہے تو سبز لیا ہوگا۔ اگر 14 اونگل تک ہو تو سرخ اور اگر بالکل ناک کے قریب ہی ہو تو سیاہ رنگ دل میں فرض کیا ہوگا۔

یہ بیان کر دینا بھی اشد ضروری ہے کہ ابتدا میں ضرور غلطیاں ہوتی ہیں لیکن رفتہ رفتہ استقلال سے مشق کرنے سے صحیح رنگ ہی نہیں بلکہ یہ بتانا بھی کھیل ہے کہ فلاں شخص نے کس قسم کی غذا کھائی ہے کیونکہ جس تتو کا وقت ہوگا۔ اُس ہی ذائقہ کی غذا کھائی ہوں گی لیکن غذا کا ٹھیک نام بتانا مشق اور تجربہ اور تمیز پر منحصر ہے۔

اگر کوئی اس علم کا شاغل قمار بازی میں کسی کو جیتنا چاہے تو یہ نہایت آسان بات ہے۔ اُسکو چاہیے کہ اپنا سورج سُر اور پرتھوری تتو چلائے اور دوسرے پر آکاش تتو غالب کر دے۔ فوراً کل روپیہ شاغل کی طرف کھچ آئے گا اور ہمیشہ دانو اچھی پڑیں گے۔ اگر کوئی اس کا تجربہ کرنا چاہے تو چوسر کھیلنے میں بخوبی کر سکتا ہے کیونکہ اس کھیل میں پاسہ پڑنے پر جیت منحصر ہوتی ہے۔

اکثر لوگوں نے سنا ہوگا کہ فقیروں پر زہر کا اثر نہیں ہوتا اور اگر ہوتا بھی ہے تو بہت ہی خفیف۔ عام آدمیوں کو یہ عجیب بات معلوم ہوگی لیکن شاغل کے نزدیک کچھ نہیں کیونکہ اگر چندرماں سر اور چل تتو چلایا جائے تو کیسا ہی سخت زہر ہو ذرا بھی اثر نہ کر سکے گا۔

✪ ✪ ✪

باب 17

شاغل کی لازمی صفات اور ابتدائی مشق

مبتدی کے خیالات صاف ہوں۔ نیک چلن ہو۔ اپنے اُستاد پر اعتقاد ہو اور احسان مند ہو۔ اگر یہ باتیں موجود نہ ہوں گی تو اس عمل سے اُس کو بہت ہی کم فائدہ ہوگا۔ بدچلنی کی سیاہی قلب پر روحانی باتوں یا کاموں کا اثر نہیں ہونے دیتی ہے۔ یہ صرف کہنے ہی کی باتیں نہیں بلکہ عمل کرنے کی ہیں۔ اس کے بعد ہم یہ بتاتے ہیں کہ شاغل ابتدا میں اپنے افعال، حرکات وسکنات کو کس طرح برتے۔ ابھیاسی یعنی شاغل کا یہ فرض ہے کہ جو کام کرے سُر کی موافق کرے۔ اس طرح سُروں اور تتوں سے طبعی مناسبت ہو جاتی ہے۔ علم سرودہ کے مطابق ہر ایک فعل کے لیے مختلف سُر معین ہیں اگر ان کے مطابق کام کیا جائے گا تو بہتر ہوگا ورنہ نتیجہ برعکس نکلے گا۔ شاید ان باتوں کو سن کر نئی تعلیم والے مضحکہ اُڑائیں لیکن ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ تجربہ کرو اور دیکھ لو۔ سر مو بھی فرق نہ نکلے گا۔

چندر ماں سُر میں کیا کام کرنا چاہیے؟

1- تمام وہ کام جو استقلال اور استحکام چاہتے ہیں مثلاً مکان بنانا، باغ لگانا، کنواں کھدانا، تالاب بنانا وغیرہ۔

2- دور دراز کا سفر اختیار کرنا، نئے آشرم میں داخل ہونا، مکان تبدیل کرنا، شادی کرنا، زیور بنانا، اسباب مہیا کرنا، تجارت شروع کرنا، دولت جمع کرنا، بیج بونا، معاملہ کرنا، تعلیم شروع کرنا، دوست واحباب سے ملنا، مذہبی بحث کرنا، وطن جانا، جانور مثل ہاتھی۔ گھوڑا وغیرہ خریدنا دوسروں کی بیڑی کے کام کرنا خزانہ یا

ساہوکار کے یہاں روپیہ جمع کرنا، گانا، باجا بجانا، ایک شہر یا گاؤں سے اُٹھ کر دوسری جگہ بودوباش اختیار کرنا، پانی پینا، پیشاب کرنا وغیرہ وغیرہ۔

(تنبیہ) شاید اکثر اشخاص یہ خیال کریں کہ صرف سُر ہی کافی ہے لیکن تتو کا خیال کرنا بھی اشد ضروری ہے۔ اگر مذکورہ بالا سُر ہو اور تتو پرتھوی پر جل چل رہا ہو تو بلاشبہ کام پورا ہوگا۔ ورنہ کچھ خلل واقع ہو جائے گا۔ تاہم بہ نسبت سورج سُر کے نتیجہ عمدہ و نیک ہوگا۔

(ادنیٰ فائدہ) اگر شاغل کو کسی قسم کا رنج یا کوئی تکلیف ہو تو چندر ماں سُر چلانا مفید ہے کیونکہ یہ بُرے اثر کو مغلوب کر دیتا ہے۔ اگر شاغل کو بخار آ جائے تو اُس کو چاہیے کہ سر چندر ماں لائے اور تتو پرتھوی یا جل کرے بخار ایک منٹ بھی نہ ٹھہر سکے گا۔

سورج سُر میں کیا کرنا واجب ہے؟

مشکل اور غور طلب مضامین کا پڑھنا اور پڑھانا، مجامعت کرنا، جہاز وغیرہ میں سوار ہونا، شکار کھیلنا، اونچے مقام مثل قلعہ یا پہاڑی پر چڑھنا، گھوڑے، اونٹ اور گدھے وغیرہ پر سوار ہونا، لکھنا، خرید وفروخت کرنا، کشتی لڑنا، بادشاہ وقت سے ملنا، نہانا، کھانا، حجامت کرانا، فصد کھلوانا، سونا، جوا کھیلنا وغیرہ وغیرہ۔

(تنبیہ) جو تنبیہ متعلق ندرماں سر میں بیان کیا گیا ہے وہ سورج سر میں بھی قابل غور ہے۔

سُشمنا میں کرنے کے کام:

یہ پیشتر بیان ہو چکا ہے کہ جب دونوں سوراخ بینی سے سانس چلتا ہے تو اُس کو عالم پاس انفاس کی اصطلاح میں کہ ہیں کہ وقت سُر سشمنا چلتا ہے اس ہی طرح اگر سُر کبھی دائیں اور کبھیں بائیں نتھنے سے چلے تو بھی سشمنا ہی سمجھا جاتا ہے۔

اس سُر میں کوئی کام متعلق دنیاداری نہ کرنا چاہیے۔ اگر کیا جائے گا تو کبھی ٹھیک نہ ہوگا۔ اس وقت صرف لفظ موہم کا دھیان کرنا چاہیے۔ اہل ہنود کی سندھیا کے اصلی معنی ہی

ہیں۔ لفظ سندھیا کے لغوی معنی ہیں ملنا۔ پس جس وقت دو سر ملیں یا دو وقت ملیں مثلاً وقت شام یا صبح تو اُس وقت نیچر اپنے تمام افعال معطل کر دیتی ہے۔ اس لیے کسی دنیاوی کام میں کامیابی نہیں ہوتی صرف خدا کی عبادت کرنا واجب ہے۔ کیونکہ اہل ہنود کے فلسفہ کی بموجب خدا کی ربوبیت زور پر ہوتی ہے یعنی مادہ میں تفصیل یا پھیلنے کا خاصا پیدا ہو جاتا ہے یا برہم باہر کو سانس لیتا ہے تو دنیا بلکہ تمام عالم پیدا ہو جاتا ہے اور پھر جب قوت الوہیت زور پر ہوتی ہے تو جو فطرتاً ہونی ضروری ہوتی ہے یعنی برہم اندر کو سانس لیتا ہے تو سب سشٹی یعنی عالم نیست ہو جاتا ہے۔ ان دونوں حالتوں کے وسط کے زمانہ میں کچھ عرصہ کے لیے نیچر کے کل افعال بند رہتے ہیں چنانچہ لفظ سوہم میں بھی یہ حکمت رکھی ہے یا یوں کہو کہ بزرگوں نے اپنے تجربہ سے تتوں کے رنگ وغیرہ مطابق کر کے ایسے حروف اس لفظ کی ترکیب میں شامل کر دیے ہیں جن کا طبعی اثر بالکل نیچر کے اثر سے ملتا ہے۔ یعنی سو کا اثر یا معنی یہ ہیں کہ ہو جا اور ہم کے معنی یا اثر یہ ہے کہ گویا معدوم ہو جا۔ چونکہ انسان بھی عالم کا ایک جز ہے اس لیے اگر ایسے وقت پر کہ جب نیچر نے اپنے افعال معطل کر دیے ہوں وہ اُس کے زمانہ معطلی کو دور کرنے میں مدد کرے تو اس کے معنی اہل دنیا و اہل مذہب کے نزدیک عبادت عظیم ہے۔ بعض لوگ کہہ سکتے ہیں کہ پھر تو کاروبار کرنا نیچر کی امداد کرنا ہے لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ دنیاوی مادی افعال کا اثر بھی مادی ہی ہوتا ہے جو کچھ قیام نہیں رکھتا۔ اندر والے افعال اسٹرل لائٹ میں جہاں نیچر بڑے زور سے کام کرتی ہے اثر کرتی ہیں۔ اس طرح کامل طور سے عبادت ہو سکتی ہے۔

اس امر کی شناخت کہ اس وقت کون تتو چلتا ہے:

1- ایک آئینہ پر زور سے سانس لو۔ اس طرح سانس کی بھاپ سے آئینہ دھندلا ہو جائے گا۔ اس طرح اگر اُس دھندلے پن کے چار کونے یا زاویہ ہوں تو جان لو کہ پرتھوی تتو چل رہا ہے۔

2- اگر شکل ہلال یا نصف چاند کی سی ہو تو سمجھو کہ جل تتو چل رہا ہے۔

3- اگر مثلث کی شکل بنے تو اگنی تتو چلتا ہوگا۔

4- اگر شکل مدوّر یعنی گول بنے تو وایو تتو چلتا ہوگا۔

5- اگر کان کی شکل بنے تو آکاش تتو چلتا ہوگا۔

مختلف تتوں میں کام کیا کام کرنا چاہیے؟

1- پرتھوی تتو میں وہ کام کرنا چاہیے جس میں استقلال اور استحکام کی ضرورت ہو چندرماں سُر کے کاموں میں تفصیل موجود ہے۔

2- جل تتو میں وہ کام کرے جن میں جلدی کرنی ضروری ہو۔

3- اگنی تتو میں سخت محنت طلب کرنا واجب ہے۔

4- وایو تتو میں دشمن وغیرہ کو مارے۔

5- آکاش تتو میں صرف ابھیاس کرنا چاہیے۔

جو شخص تتو کو دیکھ کر کام کرے گا اُس کو بہت جلد ثابت ہو جائے گا کہ جو کچھ کیا گیا ہے لفظاً درست و صحیح ہے۔ تتوں اور اُن کے ملاپ کو دیکھ کر انسان آئندہ کا حال بھی بتا سکتا ہے۔ ہم نے صرف اس ہی لیے اس کتاب میں اس علم کا ذکر کیا ہے۔ یہ حال علیحدہ باب میں درج کیا جائے گا۔

تتوں کا ایک آسان امتحان:

ہم پیشتر یہ لکھ چکے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی شخص کے دل میں فرض کیے ہوئے رنگ کو بتانا چاہے تو وہ یہ دیکھے کہ سانس ناک سے کس قدر فاصلہ تک جاتا ہے۔ اب اُس ہی قسم کے سوال کا جواب دوسرے طریق سے بتاتے ہیں جس شخص کو اس علم کا سیکھنا اور تجربہ کرنا منظور ہو اُس کو مناسب ہے کہ پانچ گولیاں پانچوں تتوں کی رنگت کی بنالے اور اُن کو ہر وقت اپنی جیب میں رکھے۔ جب کبھی اُس کو معلوم کرنا منظور ہو کہ کون سا تتو چل رہا ہے تو

اُس کو چاہیے کہ آنکھیں بند کر کے جیب میں ہاتھ ڈالے اور ایک گولی نکال لے۔ اکثر جس رنگ کی گولی برآمد ہوگی وہ ہی تتو چل رہا ہوگا اور اگر آنکھ بند کر کے اُس تاریکی میں کو جو آنکھ بند کرنے سے پیدا ہو جاتی ہے دیکھے گا تو بھی وہ ہی رنگ نظر آئے گا۔ یہ لازمی بات نہیں کہ ابتدا میں شاغل کی آنکھ کی تاریکی کا اور گولیوں کا رنگ ہمیشہ مطابق ہی ہو لیکن رفتہ رفتہ مشق کرنے سے سو میں ننانوے دفعہ ٹھیک ہوگا۔ معمولی طریقہ مشق کا یہ ہے کہ اپنے کسی دوست احباب ۔سے کہے کہ تم اپنے دل میں کسی رنگ کا پھل لو جو رنگ تمہارے دوست نے فرض کیا ہوگا۔ ابتدا میں کچھ غلطیاں بھی واقع ہوں گی لیکن مشق ہو جانے کے بعد ٹھیک رنگ بتانے کی عادت ہو جائے گی۔

اکثر اشخاص کو فقیروں کی صحبت میں اتفاق ہوا ہوگا کہ جب اُن کے پاس دو چار شخص بیٹھے ہوتے ہیں تو وہ کہہ اُٹھتے ہیں کہ بابا جو جانا چاہتا ہے چلا جائے اور درحقیقت کوئی جانے کی خواہش کر رہا ہوتا ہے۔ عوام کو اس بات سے بڑا تعجب ہو جاتا ہے کہ فقیر بڑا کامل ہے لیکن فقیر کے نزدیک یہ ایک ادنیٰ بات ہے۔ کیونکہ اگر اُس کے پاس دو چار شخص بیٹھے ہیں اور وایو تتو آئے تو وہ فوراً معلوم کر لیتا ہے کہ کوئی جانا چاہتا ہے۔

مبتدی کو قدرے مشق کے بعد مفرد تتوں کے علاوہ اُن کے مرکب بھی معلوم ہونے لگتے ہیں جن کا ذکر پیچھے ہو چکا ہے۔ اول اول تو یہ کام بدمزہ ہے اور مشکل ہوگا لیکن جس وقت کچھ مشق ہو جائے گی تو پھر آنکھوں میں ہی دنیا بھر کی دلچسپی کا ساماں مہیا ہو جائے گا۔ اور مختلف اقسام کی رنگتوں سے بخوبی دل بہلا سکے گا۔ جب رنگ دیکھنے سے اُکتا جائے تو سر کا تصور کرنے لگے۔

تتوں کا قابو کرنا:

اب تک تتوں کے رنگ وغیرہ دریافت کرنے کے معمولی طریقے اس لیے بیان کیے گئے تا کہ مبتدی کو اس علم کے عجیب وغریب ہونے میں اعتقاد ہو جائے اور وہ سرگرمی سے

اس علم کی تحقیقات پر کمربستہ ہو اور خود تجربات کر کے دیکھے۔ لیکن اب ہم وہ بات بتاتے ہیں کہ اگر استقلال سے مشق کی جائے تو شاغل کی آنکھوں کے روبرو خواہش کرتے ہی کل عالم ہو جا سکتا ہے۔

دن میں کسی وقت (علی العموم صبح کے وقت) جبکہ مطلع قطعی صاف ہو۔ آسمان کے کسی حصہ میں نظر جائے اور ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہے۔ ابتدا میں پانی کی سی لہریں نظر آئیں گی اور پھر یہ معلوم ہوگا کہ مختلف اقسام کے رنگ اِدھر اُدھر پھرتے ہیں۔ کچھ دنوں کی مشق کریں۔ آسمان میں وہ کچھ دکھائی دینے لگے گا جس کا ذکر کرنا قبل از وقت ہے جو مشق کرے گا خود معلوم کر لے گا۔ جس شخص کی مذکورہ بالا درجہ تک مشق ہو جائے تو جان لو کہ اب سڑک صاف ہے اور وہ ضرور کامیاب ہوگا۔ تو اُس کو صاف دکھائی دینے لگیں گے اور جو رنگ آسمان میں نظر آئے گا وہی آنکھ بند کرنے سے آنکھ میں دکھائی دے گا۔

یہ دن میں کرنے کا کام تھا۔ رات کے لیے علیحدہ مشق ہے۔ متبدی کو چاہیے کہ صبح کے دو بجے کے قریب اُٹھے۔ ضروریات سے فارغ ہو کر ہاتھ منہ اچھی طرح دھوئے اور سر گردن کو بھی پانی سے مس کرے۔ پھر اطمینان سے دو زانو ہو کر اس طرح بیٹھے کہ ہاتھ رانوں پر رہیں اور اُنگلیاں اور ہتھیلیاں جسم کی جانب رہیں۔ پھر ناک کی نوک پر ٹکٹکی باندھے یکسو قلب کیے دیکھتا رہے جس وقت دم اوپر کو یعنی اندر کو لے تو لفظ سو اور جب باہر کو لے تو لفظ ہم دل میں کہے۔ اس لفظ کی بزرگی کا سب ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں۔ گویا یہ اسم اعظم ہے تجربہ کرنے والے کو خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ ہم کیا کہتے ہیں۔

مذکورہ بالا درجہ تک پہنچ جانے کے بعد شاغل کو حسب ذیل طریق اختیار کرنا چاہیے کہ جب دو بجے کے وقت حسب معمول اُٹھے اور آسن مار کر مذکورہ بالا طریق سے بیٹھے کہ کون تتو اس وقت چل رہا ہے۔ اگر اُس وقت پرتھوی تتو چلتا ہو تو حسب ذیل دھیان کر

ے کہ ایک چار کونے کا چھوٹا سا جسم ہے۔ اُس کا رنگ زرد ہے' بو بینی ہے اور کل امراض کے لیے نفع کرنے والی ہے۔ اُس وقت لفظ ہم دل میں کہتا جائے۔

اگر جل تتو چلتا ہو تو تصور کرے کہ ایک جسم نصف چاند کی شکل کا نہایت صاف و روشن ہے جس سے گرمی دور ہوتی ہے' تشنگی دفع ہوتی ہے اور یہ کہ وہ خود ایک عمیق پانی میں غوطے لگا رہا ہے۔ اُس وقت لفظ وم دل میں کہتا جائے۔

اگر تتو اگنی ہو تو دھیان کرے کہ ایک مثلث شکل ہے جس میں سے روشنی نکلتی ہے اور جو کھانے پانی کو جلاتی ہے۔ اُس کی حرارت ناقابل برداشت ہے اُس وقت لفظ رم دل میں کہے۔

اگر تتو وایو ہو تو ایک مدور یعنی گول جسم کا تصور کرے۔ اُس کا رنگ سبز سمجھے اور خیال کرے کہ وہ مثل طیور کی ایک طوفان عظیم میں اُڑتا پھرتا ہے۔ اُس وقت لفظ یم دل میں کہتا جانا لازمی ہے۔

اگر تتو آکاش ہے تو یہ تصور کرنا چاہیے کہ ایک بلا شکل کی چیز ہے جس میں سے بہت بڑی روشنی نکل رہی ہے۔ گویا روشنی ہی اُس کی شکل ہے اُس وقت لفظ ہم دل میں کہتا جانا چاہیے۔

کامل مشق کے بعد تتو اس قدر قابو میں آ جاتی ہیں کہ جہاں شاغل نے اُس تتو کے متعلق کا لفظ زبان سے نکالا اور وہ ہی تتو آ گیا۔ اس ہی ذریعہ سے ہندوستان کے فقرا کاملین' بارش' آندھی وغیرہ پیدا کر سکتے تھے۔ مثلاً ہوا چلانی منظور ہے تو وایو تتو کے متعلق کا لفظ کہا اور تمام آسمان میں وہ تتو غالب ہو گیا اور ہوا چلنے لگی۔

آئندہ کا حال بتانا:

کامل شخص سے اگر کوئی سوال کیا جائے گا تو وہ ایک دم شافی جواب دے سکے گا اور

وہ بالکل درست ہوگا لیکن مبتدی بھی سوالوں کا جواب صحیح دے سکتا ہے۔ جب کوئی سوال دریافت کرے تو دیکھنا لازم ہے کہ کون سا تتو چلتا ہے۔

1- اگر پرتھوی تتو چلتا ہے تو سوال مفصلہ ذیل چیزوں سے متعلق ہوگا۔ نباتات جس کو سنسکرت میں مول کہتے ہیں یعنی جس میں پرتھوی تتو زیادہ موجود ہوتا ہے۔

2- اگر جل تتو ہو تو سوال مرنے جینے کے متعلق ہوگا۔ جان اور جاندار کے متعلق کل سوالات اس میں شامل ہیں۔

3- اگر اگنی تتو چلتا ہو تو سوال دھاتوں کے معلق یعنی سونا چاندی وغیرہ کے ہوگا۔ نفع ونقصان کے سوالات بھی اس میں شامل ہیں۔

4- اگر وایو تتو غالب ہو تو سوال سفر کی بابت ہوگا۔

5- اگر آکاش تتو چل رہا ہو تو سوال کچھ بھی نہ ہوگا۔ مہمل بات جس کا کچھ مطلب نہ ہو دریافت کی گئی ہوگی یعنی مذاق کیا گیا ہوگا۔

جواب دیتے وقت تتو کے علاوہ ان باتوں کا دیکھنا بھی ضروری ہے 1- سُر کون سا ہے؟ 2- پکش سا ہے؟ 3- تاریخ یعنی تتھ کون سی ہے؟ 4- کس سمت سے سوال کیا گیا ہے؟

اگر سر چندرماں ہو تو یقینی کامیابی کے لیے پکشن بھی چندرماں کا تتھ بھی چندرماں کی ہوا اور سمت جنوب اور مغرب ہو۔ اگر کل باتیں مطابق ہو جائیں گی تو کام بالکل پورا ہوگا ورنہ جس قدر اختلاف رہے گا اُس ہی قدر خامی رہ جائے گی۔ یہ بتانا کہ کس قدر کام ہوگا اور کس قدر نہ ہوگا تجربہ پر منحصر ہے۔

اگر سر سورج کا ہو تو پکشن اور تتھ بھی سورج کی ہو اور سمت مشرق اور شمال ہو۔

یہ خیال رکھنا کہ سوال ہونے کے وقت غلط سُر نہ چلتا ہو ضروری ہے۔ غلط سُر اُس کو

کہتے ہیں کہ اگر طلوع آفتاب کے وقت بحساب تاریخ سر سورج ہونا چاہیے تھا اور ہے چندرماں یا ہونا چاہیے چندرماں اور ہے سورج تو اُس کو غلط سر کہتے ہیں۔

تتوں کی سمتیں:

جل۔ مشرق، پرتھوی۔ مغرب، اگنی۔ جنوب، وایو۔ شمال اور آکاش ان سب کے درمیان۔ چونکہ آکاش تو سب میں گڑ بڑ پیدا کر دیتا ہے اس لیے یہ درمیان کے لیے ہی موزوں ہے۔

سورج اور چندرماں کے دن:

سورج کے دن یہ ہیں۔ اتوار، سنیچر، منگل۔ چندرماں کے دن یہ ہیں بدھ، جمعرات جمعہ، سنوار۔

سمشنا وسورج اور چندرماں کی لگنیں:

سورج کی لگنیں یہ ہیں۔ 1-میکھ 2- کرک 3- تلا 4- مکر۔ چندرماں کی یہ ہیں۔ 5-برکھ 6-سنگھ 7-برشچک 8- کمبھ۔ سمشنا کی یہ ہیں۔ 9- متھن 10- کنیا 11-دہن 12-مین۔ سمشنا سے یہ مراد ہوتی ہے کہ اول حصہ اُس لگن کا سورج کا ہے اور آخری چندرماں کا۔ اعداد یعنی ایک دو تین میں جفت اعداد مثلاً 2 و 4 وغیرہ چندرماں کے سمجھے جاتے ہیں اور طاق سورج کے۔ بعض وقت صرف سر اور لگن دیکھ کر ہی سوال کا جواب دے دیا کرتے ہیں۔ اُس وقت لگنوں کی تفریق حسب ذیل ہے۔

اگر سوال میکھ، میکھ، دہن لگنوں میں کیا جائے گا تو کام ہرگز نہ ہوگا۔ برکھ، تل، کمبھ میں سوال کیا جائے گا تو بہت جلد ہوگا۔ متھن، کنیا، مین۔ میں کیا جائے گا تو بھی جلدی فائدہ ہوگا۔

نکشتروں کی تفریق:

سوال کا جواب دیتے وقت نکشتروں کا بھی خیال کیا جاتا ہے چنانچہ بلحاظ سورج وچندرماں اُن کی تقسیم ذیل ہے۔

سورج کی نکشتر یہ ہیں۔ 1-اشونی 2-بھرنی 3- کرتگا 4-اوتراشاڈھ 5-ابھجت 6-شرون 7-دھنشٹا 8-شت بھشا 9-پوروا بھادرپد 10-اوترابھادرپد 11-ریوتی۔ چندرماں کے نکشتر یہ ہیں۔ 12-شلیشا 13- مگیا 14-پوروا پھاگنی 15-اوترا پھالگنی 16-ہست 17-چترا 18-سواتی 19-وشاکھا 20-انُترادونا 21-جیشٹا 22-مول 23-پورواشاڈھ۔ سمشنا کے نکشتر یہ ہیں۔ 24- گرشہ 25-اردرا 26-پونرِوسو 27-پشیہ۔ یعنی وہ نکشتر جن کا اول حصہ سورج کا اور آخری چندرماں کا ہے۔

اگر سوال کرنے کے وقت سر، وشنا، لگن، نکشتر، اشتر، دن، متھہ، پکش۔ تو سب مطابق ہو جائیں تو کام پورا ہونے میں کچھ بھی دیر نہیں ہے۔

* * *

باب 18

علم پاس انفاس کے ذریعہ امراض کا دفعیہ

جملہ امراض کی علت غائی اطبا خلطوں میں فرق آ جانا بتاتے ہیں۔ علم مسمریزم کے واقف مقناطیس حیوانی میں خلل واقع ہونے کو مرض کہتے ہیں۔ پاس انفاس کی مشق کرنے والے سُر اور تتو کی ہم آہنگی میں نقصان آ جانے کو بیماری کی علت مانتے ہیں۔ ہمارے نزدیک تینوں کی رائے درست ہے لیکن اول مرتبہ کی رائے واقف علم سرودنے کی ہے۔ کیونکہ سُر اور تتو ہی کے ٹھیک نہ چلنے سے خلطوں اور مقناطیس میں خلل پیدا ہو سکتا ہے۔ اگر یہ ٹھیک ہوں تو سب ٹھیک رہیں گے۔ پس اگر بیماری آ بھی جائے تو بھی سُر اور تتو ٹھیک کرنے سے دور ہو جائیں گے۔

مذکورہ بالا تحریر سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ سُر تبدیل کرتے ہی اور تتو ٹھیک ہوتے ہی مرض دور ہو جائے گا کیونکہ اگر مرض شدید اور مہلک ہے یا عرصہ کا جما ہوا ہے اور اس کا سبب زبردست ہے تو عرصہ لگے گا۔ اور متبدی کو تھوڑی دوا بھی استعمال کرنی ہوگی کیونکہ اُس کو سُر اور تتوں پر پورا قابو نہ ہوگا۔ مگر کامل شخص کو اول تو مرض پیدا ہی نہ ہوگا اور اگر ہوگا تو چشم زدن میں دور ہو جائے گا۔

تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ اگر سُر اور تتو ٹھیک چلتے ہوں گے تو بیماری پاس نہ آئے گی۔ پس اگر سر اور تتو ٹھیک چلتے ہوں تو اُن کو روکنا نہ چاہیے۔ صحت کے لیے علی العموم چندرماں سُر نہایت ہی مفید گنا جاتا ہے لیکن اُن امراض میں جو سردی سے پیدا ہوں مثلاً کھانسی، زکام، بلغم وغیرہ میں سورج سُر مفید ہوتا ہے۔

تتوں میں صحت کے لیے پرتھوی اور جل تو مفید ہیں۔ آکاش تو صحت کے لیے مضر ہے جس وقت آکاش، اگنی اور وایو تو غالب ہوں گے بیماری پیدا ہوگی۔ باقی ماندہ دونوں تو چلتے ہوں گے تو ہرگز مرض پیدا نہ ہوگا۔ طبیعت کو تسکین رہے گی اگر پرتھوی اور جل تو پورے زور پر ہوں تو سمجھ لینا چاہیے کہ صحت بالکل درست ہے۔

جو امراض چندر سُر سے رفع ہوتے ہیں۔ اُن میں حسب ذیل عمل کرنا واجب ہے۔ ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں کہ کروٹ لے کر بغل میں چھوٹا سا تکیہ دبائے رکھنے سے سروں میں تبدیلی واقع کر سکتے ہیں۔ پس اول کروٹ لے کر چندر سر کو لو اور اس خیال سے کہ پھر سورج سُر نہ ہو جائے بغل میں تکیہ دبائے رکھو۔ علاوہ ازیں اپنی دائیں ٹانگ کو گھٹنے سے اوپر کسی چیز سے مضبوط باندھ لو اور پلنگ پر پڑے رہو۔ کچھ عرصہ بعد آرام ہوتا معلوم ہونے لگے گا۔ عرصہ کی کمی بیشی مریض کی مشق اور بیماری کے زور پر منحصر ہے جس وقت پرتھوی یا جل تو ہو جائے گا۔ اُس کو معلوم ہو جائے گا کہ بہت تکلیف دور ہو گئی۔ مرض دفعہ ہو جانے کے بعد کو بھی احتیاطاً چند مرتبہ یہ عمل کرنا چاہیے تاکہ باقی ماندہ خراب اثر بھی دور ہو جائے۔

* * *

باب 19

چند کارآمد چٹکلے

اگر کسی روز صبح اور وقت دوپہر سورج سُر چلے اور شام کو چندرماں تو کسی کام میں ناکامیابی ہوگی۔ اور کوئی ایذا بھی ہوگی اگر اس کے برخلاف سُر چلیں تو انجام نیک ہوگا۔

اگر کوئی شخص سفر کو جاتے وقت پیشتر وہ قدم اُٹھائے جس طرف کا سر بند ہے تو سفر میں ناکامیابی ہوگی۔ اس لیے سفر کرنے والے کو پیشتر وہ قدم اُٹھانا چاہیے جس طرف کا سُر چل رہا ہو۔ اگر سورج سر چلتا ہو تو تین قدم اول وہی پیر اُٹھائے اور اگر چندرماں چلتا ہو تو اول چار قدم اُس طرف کے ہی پیر اُٹھائے۔ یہ بھی لازم ہے کہ تتو بھی اچھا ہو تو ہمیشہ کامیابی ہوگی۔ ورنہ کچھ خرابی پڑ جائے گی۔

اگر کوئی شخص اپنے افسر کے پاس کوئی درخواست کرنے جائے تو مناسب ہے کہ بند سُر اُس کی طرف کر کے کھڑا ہو۔ ضرور مطلب بر آئے گا لیکن درخواست جائز ہو ورنہ یہ ہوگا کہ افسر مہربانی سے درخواست سن لے گا لیکن منظور کرنے میں احتمال ہے۔

کسی مکان میں اندر جانے کے لیے سورج سر بہتر ہوتا ہے اور باہر آنے کے لیے چندرماں نیک شمار کیا جاتا ہے۔

اگر سوال دریافت کرتے وقت چندرماں کا پرتھی اور جل تتو یا سورج کا اگنی تتو چلتا ہوگا تو کام پورا ہوگا۔

لڑائی کے لیے چندرماں سُر میں جانا چاہیے فتحیاب واپس آئے گا۔ وقت لڑائی کے

اگر چندرماں سُر چلتا ہو تو رستم پر بھی فتح ہوگی۔ اگر قبل شروع جنگ سورج سُر چلتا ہو اور پھر چندرماں ہو جائے تو بہت ہی نیک ہے۔ ان معاملات میں سُر کے علاوہ تتو کا خیال بھی واجب ہے۔

اگر حیض کے چوتھے روز غسل کرتے وقت عورت کا چندرماں سر چلتا ہو اور اُس کے خاوند کا سورج۔ پس اگر حمل ٹھہر جائے گا تو لڑکا پیدا ہوگا اور اگر برخلاف تو لڑکی۔ اگر عورت کا سشمنا اور مرد کا سورج تو بچہ کا کوئی عضو ندارد ہوگا۔ اگر عورت کا چندرماں کا جل تتو اور مرد کا سورج جل تتو ہو تو اگر عورت بانجھ بھی ہے تو بھی ضرور لڑکا پیدا ہوگا۔

اگر حاملہ عورت سے دریافت کرے کہ لڑکا پیدا ہوگا یا لڑکی۔ تو دیکھے کہ کون سا سُر چلتا ہے اگر سورج ہے اور اگر چندرماں ہے تو لڑکی اگر دونوں چلتے ہوں تو خنثا۔ اگر جل تتو چل رہا ہو تو لڑکا پیدا ہوگا اگر پرتھوی اور وایو تو لڑکی۔ اگر اگنی تو حمل گر جائے گا۔ اگر آکاش تتو ہے تو احتمال حمل ہی غلط ہے۔ اگر مذکورہ بالا تتوں میں سے دو شامل ہوں تو دو بچے پیدا ہوں گے۔

اگر وایو تتو میں حمل ٹھہرے گا تو ضرور تکلیف ہوگی۔ اگر جل تتو میں تو آرام۔ اگر اگنی میں تو اسقاط ہو جائے گا یا بچہ پیدا ہوتے ہی مر جائے گا۔

چیت میں چندر پکش کی پڑوا کو اگر شاغل کا وقت طلوع آفتاب اگنی یا آکاش تتو غالب ہو تو جان لو کہ سال ناقص ہے، فصل خراب ہو جائے گی، قحط پڑے گا اور دیگر اقسام کی مصیبتیں ہوں گی۔ اگر جل پرتھوی یا وایو تتو ہو تو فصل اچھی ہوگی۔ سشمنا ہو تو خراب ہوگی، وبا پھیلے گی۔

جس وقت سورج سنگ لگن میں جائے تو اگر شاغل کا پرتھوی تتو ہو تو فصل اچھی ہوگی، ملک میں بہبودی ہوگی، خوب بارش ہوگی اور ہر طرف امن رہے گا۔ اگر جل تتو ہو تو بھی نیک فال ہے لیکن اگر اگنی تتو ہوگا تو قحط سالی ہوگی، بارش نہ ہوگی، جو فصل پیدا ہوگی برباد ہو جائے گی۔ اگر وایو ہو تو طوفان اور بھونچال بکثرت آئیں گے، بارش نہ ہوگی۔

اگر کوئی بیمار کی بابت سوال کرے کہ اچھا ہو جائے گا یا نہیں تو اگر سوال کرنے والا پیشتر خالی سُر کی طرف آئے اور پھر بھرے سُر کی طرف ہو جائے تو جان لو کہ بیمار ضرور اچھا ہو جائے گا خواہ کیسی ہی ناامیدی کیوں نہ ہو۔ اگر اتفاقاً سائل بیمار اور شاغل ایک ہی سمت میں ہوں تو بھی بیمار اچھا ہو جائے گا۔ اگر سائل شاغل سے اونچے مقام پر بیٹھ کر سوال کرے تو علامت بد ہے۔ اگر سوال کرنے والا چندرماں سُر کی طرف اور بیمار سورج کی طرف ہو تو موت یقینی ہے۔ اگر برخلاف ہو تو علامت نیک ہے۔

اگر کوئی نازک صحت والا اور کمزور شخص دن بھر چندرماں سُر چلائے اور رات بھر سورج (لیکن یہ جب ممکن ہے کہ پلنگ پر پڑا رہے) تو ایک ہفتہ میں اُس کی صحت بہت درست ہو جائے گی لیکن اس بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ دن میں کھانا کھانے کے وقت سورج کر لینا ہوگا۔ ½1 گھنٹہ تک یہ ہی قائم رکھنا پڑے گا اور رات کو پانی پیتے وقت چندرماں کر لینا ہوگا اور بعد میں پانی پینے کے 15 منٹ تک یہ ہی رکھنا ہوگا۔